

# ارشاد المسترشدین

## مکتوب شاہ ظہور الحسن قادری فاضلی

بٹالہ شریف مشرقی پنجاب (ہند)

۳۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ارشاد المسترشدین

## مکتوب شاہ ظہور الحسن قادری فاضلی

بٹالہ شریف ـ مشرقی پنجاب (ہند)

۳۰ راکتوبر ۷۵ء

# پیش لفظ

از

## جسٹس سید شمیم حسین قادری

(فاضلِ بٹالوی)

لاہور

۷۵-۱۰-۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

انسان جسم و روح سے مرکب ہے اس لئے اس کو دوہری تعلیم اور دوہری معیشت کی ضرورت ہے۔ اگر روح نہ ہوتی صرف جسم ہوتا تو پھر ایک ہی قسم کی تعلیم اور ایک ہی قسم کی معیشت کافی تھی۔ علوم ظاہری، درس و تدریس سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن علوم باطنی کا تعلق روح سے ہے جو صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ علومِ سائنس کا عالم سائنس دان ہو سکتا ہے، لیکن علوم شریعت و طریقت کا عالم، عارف نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے عمل شرط ہے اور عمل ہی کا دوسرا نام سیرت ہے۔ علوم باطن کے لئے ایسی سیرتوں کی ضرورت ہے۔ جن میں یہ علوم جیتے جاگتے نظر آئیں۔ ایسا صاحبِ سیرت، مردِ کامل ایک عظیم قوت ہے۔ جو اپنے ماحول اور عہد پر اثر انداز ہوتا ہے

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

اس کا وجود نوعِ انسان کے لئے ایک سہارا ہے۔ وہ ایک خاموش معلم ہے۔ اس کے اخلاقِ فاضلہ بن دیکھے اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ یہ بات کہیں اور نہیں مل سکتی — عالم اسباب میں وسائل کی ضرورت

ہے۔ بغیر وسائل مقصد تک رسائی مشکل ہے۔ یہ سچ ہے، کہ خدا نے
فرمایا "مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا"۔ مگر جب ہم کو یہ ہدایت کی جاتی
ہے۔ کہ کہو "ہم کو ان لوگوں کی راہ چلا، جن پر تو نے انعام فرمایا۔ نہ
ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا"۔ تو دراصل مانگنے
کا سلیقہ بتایا جا رہا ہے۔ اور اہل اللہ کے دامن سے وابستہ کیا جا رہا
ہے۔ اب جب مانگنے والا، ان برگزیدہ بندوں سے رو گردانی کرے گا
تو وہ اپنے خدا سے رُو گردانی کرے گا۔ کیونکہ خدا نے ہی اپنے
محبوب بندوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔

اولیاء اللہ کی صحبت سے بہت کچھ ملتا ہے۔ وہ لٹاتے ہیں۔
اہلِ دنیا کی طرح سمیٹتے نہیں۔ وہ زمین سے اٹھاتے ہیں۔ اور آسمان
تک لے جاتے ہیں۔ خیال کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ فکر و خیال کے نئے
نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔ نیا اندازِ فکر عطا کرتے ہیں۔ اور پھر
منافع۔ خسارے نظر آنے لگتے ہیں اور خسارے، منافع زندگی
موت معلوم ہونے لگتی ہے (اور موت، زندگی۔ بہار، خزاں لگتی ہے،
اور خزاں بہار۔ روشنیاں، تاریکیوں میں بدل جاتی ہیں۔ اور
تاریکیاں، روشنیوں میں۔ اس انقلابِ فکر و خیال کے ساتھ
ایک نئے عالم میں لے جاتے ہیں۔ جہاں کے زمان و مکان اور ہی ہیں ؎

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر

آج حضرت برہان الواصلین الحاج الحافظ السید ظہور الحسن شاہ قادری فاضلی بٹالہ شریف کا وجودِ مسعود، ہمارے سامنے نہیں۔ جو ہم فیضِ نظر سے مستفیض ہو سکیں۔ اب فیض صحبت کا بہترین طریقہ یہی کہ ہم آپ کے حالاتِ زندگی، مکتوبات، ملفوظات اور مواعظ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ اس طرح جو کچھ حاصل کیا ہے۔ اس کو بھی محفوظ رکھ سکیں گے۔ اور اس کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہو گا، سادگی، حق گوئی و بیباکی، ایثار و قربانی، خلوص و للہیت، ہمدردی و غمخواری، صبر و استقلال، استغنا و بے نیازی، خوف و خشیتِ الٰہی، عشق و محبت رسالت پناہی، سیرت و کردار میں پختگی، غرض وہ کون سی خوبی ہے جس سے اس ولی کامل کی زندگی عبارت نہ تھی۔ انہی اصول و ضوابط پر عمل پیرا ہو کر وہ کیا چیز ہے جو حاصل نہیں ہو سکتی ؎

ضبط کن تاریخ را پائندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو
(اقبالؒ)

مراسلات کیا ہیں؟ غائبانہ مکالمت جب سے انسان نے بولنا سیکھا ہے۔ اور جب سے اعجازِ قلم نے اس کے علم و دانش میں حیرت انگیز اضافہ کیا ہے۔ اسی وقت سے خطوط نگاری کا آغاز ہوا۔ اسلام کے ابتدائی دور سے اس کا وجود ملتا ہے۔ چنانچہ سیدِ عالم نورِ مجسم معلّم کتاب و حکمت نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہی خطوط کو بھی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ اکناف و اطرافِ عرب

کے علاوہ قیصر و کسریٰ کو بھی یہ خطوط دعوت اسلام دیے گئے۔ خوش نصیب رؤسا اور حکمران زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ خسرو پرویز حضور پُرنور کے گرامی نامہ کی توہین کا مرتکب ہو کر خائب و خاسر و ذلیل و نامراد مرا۔ ملک پارہ پارہ ہو گیا۔ اور اس کے بھی ٹکڑے اُڑے۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند مکاتیب گرامی منظر عام پر آ چکے ہیں۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اس سنت کو دوام بخشا، ائمہ اسلام، مشائخ عظام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی مکتوبات سے رشد و ہدایت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رکھا چنانچہ صوفیاء کرام میں حضرت جنید بغدادی، حضرت امام غزالی کے مکتوبات شائع ہو چکے ہیں۔ پاک و ہند میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، میر سید علی ہمدانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ کے مکتوبات بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں جن سے زمانہ مستفیض ہو رہا ہے۔

خانقاہ عالیہ بٹالہ شریف کو برصغیر پاک و ہند میں جو عز و شرف حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کئی صدیوں پرانے تاریخی قصبہ کو خانقاہ عالیہ قادریہ فاضلیہ کی عظیم المرتبت ہستی حضرت الشاہ سید ظہور الحسن قادری علیہ الرحمتہ نے بام عروج تک پہنچایا اس شہرہ آفاق شخصیت نے یہاں اپنے وقت میں علم و عرفان کے دریا بہا دئے، وعظ و تلقین تبلیغ و ارشاد، تصنیف و تالیف کے علاوہ

مکتوبات و ملفوظات سے بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔
چنانچہ آپ کی بلند پایہ علمی و ادبی تصنیف "ارشاد المسترشدین" (مطبوعہ ۱۰ رجمادی الاول ۱۳۱۳ھ / ۳۰ راکتوبر ۱۸۹۵ء، آگرہ) میں آپ کے معرکتہ آلاراء مکتوبات موجود ہیں۔ جو مسائل شرعیہ اور تصوف و طریقت کے رموز و فضائل پر مشتمل اس دعوے کی دلیل ہیں۔

پہلا مکتوب گرامی حضرت برہان عاشقین مولانا ابو الفرح محمد فاضل الدین قدس سرہ العزیز کا درج ہے۔ جنہیں اس سلسلہ کے مؤسس و مورث اعلےٰ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یہ خط انہوں نے اپنے خلیفہ زبدۃ الاصفیاء شیخ نصیر الحق کے نام اکبر آباد سے ۲۷ رجب ۱۳۱۶ھ کو ارسال فرمایا جو فارسی ادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فیضان کا مرقع ہے۔

حضرت شاہ نصیر الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے ریاست پٹیالہ دنابھ میں وزارتِ عظمےٰ پر فائز رہے۔ مگر جب راہ فقر کو اپنایا تو فنا فی الرسول کا مقام پایا۔ یہاں تک کہ فضائل و مناقب اور کرامات میں اپنے مرشد سے بھی گوئے سبقت لے گئے۔ جس کا ذکر آئندہ سطور میں آرہا ہے۔ یہاں حضرت قبلہ عالم مولانا ابو الفرح محمد فاضل الدین علیہ الرحمۃ کا ذکرِ خیر ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد فاضل الدین بٹالوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد عنایت اللہ شاہ اور آپ کے دادا حضرت عارف اللہ شاہ اپنے اپنے وقت میں قاضی القضاۃ ہند (چیف جسٹس) کے بلند منصب پر فائز رہے۔

آپ کے والد ماجد کا سایہ بچپن ہی سے آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ تاہم یتیمی کے عالم میں تعلیم کو باقاعدہ جاری رکھا۔ حصولِ تعلیم کے بعد آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں سیالکوٹ مراجعت فرمائی (غالباً پہلے پہل یہی سکونت تھی) والدہ ماجدہ نے خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا۔ "بیٹا تم نے پڑھ لیا اب گڑھو۔"

اس سلسلے میں آپ نے صحرا نوردی فرمائی۔ اور کلانور کے مقام پر حضرت دانا افضل لاہوری سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت دانا افضل لاہوری کو سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ دونوں سے خلافت حاصل تھی۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت شیخ طاہر بندگی سے نسبت رکھتے تھے۔ جنہیں حضرت شیخ مجدد الف ثانی سے سلسلہ نقشبندی میں اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے سلسلہ قادری میں بیعت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت مولانا ابوالفرح کو مرشد ارشد نے ارشاد فرمایا "بٹالہ جاکر درس و تدریس کا کام کریں۔ چنانچہ اشارہ پاتے ہی بٹالہ تشریف لائے اور بے سرو سامانی کے عالم میں "بڑ" کے سایہ میں درسگاہ کا اہتمام فرمایا۔ پھر وہاں حویلی اور مسجد تعمیر ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس درسگاہ کا شہرہ عام ہوا۔ تشنگانِ علم کھچتے چلے آئے۔ ہزاروں نے اس مشربِ فیض سے اپنی پیاس بجھائی۔ تقسیمِ ملک تک علوم و فنونِ شریعت و طریقت کی یہ درسگاہ جاری رہی مولانا فقیر محمد جہلمی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ "شیخ محمد فاضل قادری مجددی بٹالوی۔ پنجاب کے

علمائے اجلہ اور فضلائے کبریٰ میں سے شریعت و طریقت میں ایسا قدم رکھتے تھے کہ کسی کو علمائے مجتہد اور مشائخ وقت سے آپ کے قول و نعل پر جائے نکتہ چینی نہ تھی۔ تمام عمر تدریس اور تعلیم طالبانِ علم اور حق میں بسر کی اور ہزارہا خلق آپ کے وسیلہ سے کمالات ظاہری و باطنی کو پہنچی۔

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ جب آپ بٹالہ میں خانقاہ کی عمارت بنواتے تھے تو آپ کے پاس کچھ نقد موجود نہ تھا۔ پس معماروں و مزدوروں کو اُجرت ہر روز خزانۂ غیب سے دیتے تھے۔ وفات آپ کی ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء میں ہوئی اور مزار آپ کا قصبہ بٹالہ میں زیارت گاہِ عام ہے۔ (حدائق الحنفیہ ص [illegible] مؤلفہ مولوی فقیر محمدؐ جہلمی، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ، اکتوبر [illegible]۔

"اسی طرح تذکرہ علماء ہند میں مولوی رحمٰن علی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ اس تذکرہ کے محشی جناب پروفیسر محمدؐ ایوب قادری کراچی نے مفتی غلام سرور لاہوری کی تصنیف خزینۃ الاصفیاء فارسی کے صفحہ ۶۲۶، ۶۲۷ پر بھی آپ کے حالات کی نشاندہی کی ہے۔ یہ سب کتب پنجاب لائبریری میں موجود ہیں۔ اور ان میں حضرت کے درس و تدریس، زہد و تقویٰ اور کرامات کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ بارش بٹالہ میں نہ ہوئی اور خشک سالی ہوئی۔ تو حاکم وقت نے حضرت شیخ افضل جی جو کلانور میں مدفون افروز تھے۔ اور حضرت کے شیخ تھے۔ سے عرض کیا کہ بارش کے لئے دُعا کریں آپ نے فرمایا۔ پانچ صد روپیہ لنگر شیخ محمدؐ فاضل الدین کے لئے دو۔ بارش ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مدرسہ اور مطبخ کے خرچ کے لئے ہر روز

کے حاکم نے نذرانہ جاری رکھا۔ کلانور، وہی قصبہ ہے۔ جہاں اکبر اعظم تخت نشین ہوا تھا، ہر دور میں بٹالہ اور کلانور کو بڑی اہمیت علم و فضل کی وجہ سے حاصل رہی۔

ان تاریخی شواہد سے آپ کے علوِ مراتب کی ادنیٰ سی جھلک دکھائی گئی ہے جب اس بحرِ زخار نے مجاہدہ و ریاضت میں قدم رکھا۔ تو اس میں بھی کراں کو پہنچے۔ یہ واقعہ یقیناً ناظرین کے ذوقِ قلبی کا باعث بنے گا جو ابھی درج ہوا چاہتا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ" کلانور، بٹالہ سے سات، آٹھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ آپ وہاں سے اپنی والدہ ماجدہ کی خواہش کے مطابق اپنے مرشد ارشد کے لئے روزانہ بلاناغہ کھیرلے جایا کرتے تھے۔ ایک روز طوفانی بارش سے دریائے راوی کی اس شاخ میں بھی سخت طغیانی آئی جو آپ کے رستے میں پڑتی تھی۔ اور اسے عبور کرنا مشکل تھا۔ آپ نے تمام کیفیت اپنی والدہ ماجدہ سے بیان کی۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا، بیٹا، آج تو ضرور جانا پڑے گا۔" آپ اس ارشاد پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ نگاہِ مرشد آپ پر مبذول ہوئی۔ اور بآسانی دریا عبور کر گئے، اس امتحان میں کامیابی پر آپ کے مرشد گرامی حضرت داتا افضل لاہوری نے آپ کو گلے لگایا۔ اور اسی وقت خرقۂ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ اور ارشاد ہوا" اب تمہارے آنے کی ضرورت نہیں" حسب ضرورت ہم تمہارے پاس آیا کریں گے۔ گویا آپ اس روز فنافی الشیخ کی سعادتِ عظمیٰ سے نوازے گئے" شاہ جہاں اور جہانگیر کے دور میں حضرت کے والد اور دادا شاہ عنایت اللہ قادری

سید عارف اللہ شاہ قادری قاضی القضات تھے۔ ان کے وقت کے حاکم نے حضرت شاہ محمد فاضل الدین کو قاضی القضاۃ کا منصب اور بہت بڑی جاگیر کی پیشکش کی۔ مگر اس فقر و درویشی کے تاجدار نے درس و تدریس کی مسند کو تادم زیست سجائے رکھنے کا عہد کر رکھا تھا۔ اس لیے اس پیشکش کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی۔ الحمد اللہ آپ کا شروع کردہ مقدس مشن آج تک جاری و ساری ہے۔ اور آپ کی اولاد، خلفاء و متوصلین کی کاوشوں سے انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

یہ واقعہ بھی زبان زد عام ہے۔ کہ ایک روز خانقاہ معلیٰ میں ایک عورت آئی اور آپ سے "بیٹے کی خواستگار ہوئی۔ تو آپ نے مراقبہ فرمانے کے بعد اس عورت سے فرمایا "تیرے لئے بیٹا نہیں" وہ اصرار کرنے لگی آپ یکے بعد دیگرے تین بار مراقب ہوئے اور ہر بار جواب نفی میں ملا۔ اس پر وہ عورت روتی ہوئی خانقاہ سے باہر نکل رہی تھی۔ اور غصے کی حالت میں نازیبا کلمات بھی کہے جا رہی تھی۔ اور یہ فطرت انسانی ہے۔ کہ جب وہ مایوسی کی حالات میں آپے سے باہر ہو جاتا تو بد کلامی پر اتر آتا ہے۔ اِدھر شاہ نصیر الحق نے اس کے ان کلمات کو مسموع فرمایا۔ تو اُسے اپنے پاس بُلایا۔ آپ کے دریافت فرمانے پر وہ عورت بڑبڑائی کہ "اس درویش کی بہت شہرت سنی تھی۔ مگر یونہی نکلا مجھے تو بیٹے سے جواب دے دیا۔" اس پر آپ نے دلاسہ دیا۔ اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیگا عطاء الٰہی سے کچھ مدت بعد اس عورت کے ہاں لڑکا ہوا۔ وہ خانقاہِ معلیٰ بچے کو

کو لے کر سلام کے لئے حاضر ہوئی۔ نیت میں کچھ فتور تھا طعنہ زنی کا خیال اس کے دامن گیر ہوا۔ بچے کو حضرت ابوالفرح شیخ محمد فاضل کے حضور پیش کیا۔ اور کہا: "دیکھ تو یہ بیٹا۔"

آپ نے اس عورت کو پہچان لیا۔ اور اندازِ طعن کو محسوس فرماتے ہی کہا: "اس بچے کے جسم پر کپڑا ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کچھ دیر بعد جب اس عورت نے کپڑا ہٹایا تو وہ لڑکا لڑکی بن چکی تھی۔ عورت نہایت پریشان ہوئی۔ ساتھ ہی حضرت ابوالفرح نے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ عورت نے عرض کی کہ "جو باہر فقیر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ اس کی تسلی اور دُعا تھی۔ خیال رہے کہ حضرت شاہ نصیرالحق عموماً "بڑ" کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ اور یہاں سے گزر کر ہی لوگ خانقاہِ معلیٰ حاضر ہوا کرتے، آپ نے حضرت شاہ نصیرالحق کو آواز دی جس پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر شاہ نصیرالحق نے عرض کی۔ حضرت نے لوح محفوظ پر توجہ فرمائی مگر اس عاجز کی زبان پر نظر نہ ڈالی ابھی "لو" اور ہیں۔ سبحان اللہ۔

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب حضرت عالی مقام شیخ محمد[۳] فاضل بٹالوی علیہ الرحمتہ نے اس بچے پر پھر کپڑا ڈالا۔ بچہ اپنی اصلی حالت پر تھا۔ فرمایا یہ بچہ ہمیں دے دینا۔ یہ وقت کا قطب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کلام اولیاء اللہ، قضا کا تیر ہوتا ہے۔

اسی خانوادۂ عالیہ میں سید ظہور الحسن قادری فاضلی المتوفی

(۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) ساتویں پشت سے ہوئے جو اپنے وقت کے ولی کامل تھے جن کے والد ماجد سیّد حسن شاہ قادری فاضلی بٹالوی، فاضل جلیل عالم نبیل راہبر طریقت، فخر روزگار اور کامل درویش تھے جب پنجاب یونیورسٹی میں ڈاکٹر لائٹز، وائس چانسلر ہو کر آیا تو سب سے پہلے عربی کے پروفیسر کی حیثیت میں ان کی تقرری عمل میں آئی۔ سیّد ظہور الحسن شاہ قادری کو عربی زبان و ادب پر کامل عبور تھا جس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ یونیورسٹی میں باپ کی عدم موجودگی میں اکثر آپ ہی عربی میں لیکچر دیا کرتے حضرت سیّد حسن شاہ یکم جمادی الاول ۱۲۸۳ھ ستمبر ۱۸۶۶ء بروز جمعرات اندرون دروازہ شاہی مسجد لاہور میں نماز ظہر باجماعت ادا فرما کر دو سنت موکدہ پڑھ رہے تھے۔ کہ آخری رکعت کے آخری سجدہ میں اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔

حضرت شاہ سیّد حسن قادری بٹالوی کے وصال پر خانقاہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی سجادگی کے فرائض عالم ربانی، عارف حقانی، حضرت سیّد ظہور الحسن قادری نے نہایت قابلیت سے انجام دیئے۔ آپ کے فضل و کمالات کا احاطہ اس مختصر میں لانا مشکل ہے آپ نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت فرمائی۔ حرمین شریفین زادھما اللّٰہ شرفاً وتعظیماً کے فیوض انوار سے حظ وافر پایا۔ بغداد معلیٰ سے خلافت و سند کی دولت مرحمت ہوئی۔ اور برصغیر (پاک و ہند) کے اکابر علماء

و مشائخ کرام نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ۔ عوام و خواص نے آپ کے سامنے جبہ سائی کی ۔ یہاں تو آپ کے کمالات علیہ کی ایک ہلکی سی تصویر پیش کی جا رہی ہے ۔ جو آپ کی بلند پایہ تصنیف "ارشاد المسترشدین" کا ایک حصہ ہے ۔ جو مکتوبات گرانمایہ پر مشتمل ہے ۔ جن سے ہدایت و ارشاد کا نور چھن رہا ہے ۔ ان خطوط میں فیض کا چشمہ رواں ہے ۔ جو آپ نے اپنے مرشد کی صحبت سے پایا ۔ یہ خطوط ان اسرار و رموز کے کاشف ہیں ۔ جن کی اس ناہنجار دور میں اشد ضرورت ہے ۔ کہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں ۔ چونکہ یہ خزانہ اب نایاب ہے ۔ اگر کہیں سے دستیاب بھی ہو ۔ تو اس بے راہ روی کے دور میں فارسی کو کون سمجھے چنانچہ وقت کی ضرورت کے مطابق ان فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جو میرے ایک مخلص دوست کے ذوقِ علم کا مرہون منت ہے حاجی فاروق احمد خلف الرشید جنرل حاجی افتخار احمد صاحب نے ان کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو اس ذوق و شوق کی دولت جو انہیں عالم شباب سے ہی مرحمت فرما رکھی ہے خصوصاً حضور سیدنا محبوب سبحانی ، شہباز لامکانی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سے ان کی بے پناہ محبت ۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے ۔ فقیر نے جو کچھ اپنے مرشد سے سنا ۔ خاندانی کتب کے مطالعہ سے جو معلومات حاصل کیں اشارۃً اس پیش لفظ میں درج کر دی ہیں ۔ افسوس کہ تقسیم ملک پر خاندانی کتب کا بے بہا ذخیرہ بٹالہ شریف کی امانت بن کر رہ گیا ۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے

؏ گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکپائے اہل اللہ

جسٹس سید شمیم حسین قادری

(فاضل بٹالوی) لاہور

۱۹۷۵ - ۱۰ - ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مکتوبات
از
# ارشاد المسترشدین

اس کے دو حصے ہیں۔

پہلے حصے میں۔ اُن مسرت افزا خطوط کی نقل ہے۔ جو پیرانِ عظام نے اِن سطور کے لکھنے والے کی طرف ارسال فرمائے۔

دوسرے حصے میں، وہ خطوط ہیں جو اس مسکین نے بعض مسائل کے سلسلے میں اپنے دوستوں، اور اپنے بڑے فرزند (اللہ تعالیٰ اس مبارک لڑکے کی رُوح کو خوش رکھے) کو تحریر کیے۔

ایک خط حاجی حسن ملیباری۔ ساکن بمبئی سارٹ محلہ متصل مسجد بندر، کے نام فرزند دلبند حزب اللہ شاہ کی پیدائش کی خوشخبری کے اظہار میں لکھا گیا (اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں برکت دے اور اس کے درجات بلند فرمائے)

دو خط اپنے فرزند سید عبدالقادر کے نام اُن کی زندگی میں بعض ہدایتوں کے سلسلے میں لکھے گئے (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے)

سب سے پہلے بطور تبرک،

دیباچہ کی جگہ۔ اس مبارک خط کو نقل کر رہا ہوں جو (اللہ تعالیٰ

کی مخلوق میں اس کے خلیفہ، زمین و آسمان میں اس کا نور دین اور آئین کے ہادی۔ غوثِ زمین و زمان، عاشقوں کی برہان، واصلین کے سلطان ہمارے ہادی و آقا) مولینا سید ابوالفرح محمد فاضل الدین (اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک فرمائے) خلفاء میں سب سے برگزیدہ، اولیاء کے لئے قابل تقلید (شیخ نصیرالحق قدس اللہ سرہٗ العزیز، کے نام بتاریخ، ۲ رجب ۱۳۲۶ ھ ہجری میں بمقام اکبرآباد تحریر فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَعَلٰی سَیِّدِنَا الشَّیۡخِ (اَبُوۡمُحَمَّد) مُحۡیُ الدِّیۡن سید عبدالقادر الامین المکین رضی اللہ عنہٗ وارضاہ عنا وعن جمیع المعتقدین۔

وَمابعد۔ بخدمتِ مشفق فاضلِ ادق و احق، شیخ نصیرالحق القریشی العلوی۔ اس کاتب الحروف مسکین، فاضل الدین قادری کی طرف سے سلام مسنون کے تحفوں کے بعد، آپ کی رائے مبارک پر روشن ہو، اور اللہ سبحانہٗ، وتعالیٰ، ہم کو اور تم کو، حضور صلی اللہ و آلہٖ وسلم کے جھنڈے کے نیچے حشر کے دن اٹھائے ــــ شریعت کے رہنما کو اپنے ساتھ کرلو، تقویٰ کا توشہ نظر میں رکھو تجرید کا لباس پہنو۔ اور فنا کا تاج سر پر رکھ کر کوشش کرو کہ، "وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ" (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ذریعہ تلاش کرو) تمہارا دمساز ہو اِنَّما

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ" تمہارا راز ہو۔ مجاہدے کی تلوار تمہارے ہاتھ
میں ہو، اور "لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (البتہ ہم ان کو اپنے راستے دکھاتے ہیں)
کا میدان تمہاری جولان گاہ ہو۔ "قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ" (اللہ کا نام
لے اور ان کو چھوڑ دے) دشمن کو ہلاک کرنے والا تمہارا خنجر ہو۔
"وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (بعض چہرے اس
دن شگفتہ ہوں گے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے)
کا تمہارا انداز ہو۔ اور تمہارے آگے پیچھے "فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ"
(تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) لشکر جرار ہو۔ "لَمْ تَكُوْنُوْا
بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ" (تم اس تک نہیں پہنچ سکتے مگر سخت
دشواری کے ساتھ) تمہارے تکرار کی ایک لہر بہر ہو تمہیں چاہیئے کہ
تم نفس امارہ کے گھر سے باہر آجاؤ۔ اور ہدایت کے گھوڑے پر
سوار ہو جاؤ (ایسی صورت میں) تمہارے دین کی درستگی، تمہارا
نیزہ ہوگی۔ یقین محکم تمہاری زرہ ہوگی اور "وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا"
(سب کو چھوڑ کر اس کے ہو جاؤ) کی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔
"فَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا" (بس ان کو بطریق احسن چھوڑ دیجیئے) تمہاری
مدد پر ہوگی۔ اور عاجزی کا خود تمہارے سر پر ہوگا۔ اور تمہارے
پہلو میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا بکتر بند ہو۔ "مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه"
تمہارا وظیفہ ہو، "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ" کا خزانہ تمہاری جیب
میں ہو، فنا کا جام تمہارے پینے کے لئے "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

(اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے) تمہارے کان کا آویزہ ہو۔
"اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ" (آگاہ رہو کہ اللہ کا لشکر
ہی غالب ہے)۔ کی مہر (تصدیق) تمہارے کاموں پر ہو۔ "لَا
تَحَفْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (بالکل نہ ڈر تحقیق کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے)
تمہاری غمخواری کے لئے ہو۔ "اِنَّا فَتَحْنَا" (تحقیق کہ ہم نے فتح دی)
تمہارا منادی کرنے والا ہو۔ "وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ" (اور اللہ
تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) تمہاری خوشی کا سرمایہ ہو۔ "مَا رَمَیْتَ
اِذْ رَمَیْتَ" (جب تو نے پھینکا تو گویا تو نے نہیں پھینکا) کا
تیرے لئے محبوبانہ خطاب ہو۔ "وَاللّٰہُ یَھْدِیْ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ"
(اور اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے)
تمہارے کاشانے کی شمع ہو۔ لقا تمہارے انوار کی جاذب ہو۔
صفا و رضا (تمہارے دل کی خانقاہ میں صفائی اور رضائے الٰہی کے
انوار ہوں) تمہارے لئے انوار کا لازمہ ہو۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"
تمہارا پیشہ ہو۔ "وَھُوَ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" (وہی زندہ کرتا ہے
وہی مارتا ہے) تمہاری جان کا نتیجہ ہو۔ (تمہاری جان کے درخت کی
جڑیں ہو) "لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ" (آج کس کے لئے حکومت ہے؟
تمہارا کاروبار ہو۔ "لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ" (اسی واحد اور غالب
اللہ کے لئے) تمہارا دوست اور مددگار رہو۔ یہ تمام شرطیں پوری کرو تاکہ
منزلِ مقصود پر پہنچ سکو۔ اس فقیر کی طرف سے ایمان اور یقین ...

ہمیشہ قائم رہنے کی دُعا قبول ہو۔

---

# دوسرا خط

قبلۂ جہان وجہانیاں حضرت قبلہ میرے والد و مرشد کی طرف سے
اس فقیر کے نام ربیع الاول کے مہینے میں لاہور سے صادر ہوا۔

صاحبزادہ صاحب، بلند مراتب، نورِ چشم اہلِ یقین، مقبولِ بارگاہِ خاتم النبیینؐ حضرت سید ظہور محی الدین، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے، اور تم کو دینِ متین پر ہمیشہ قائم رکھے۔ سُنّتِ اسلام کے مطابق، سلام کے مبارک تحفہ کے ہدیئے کے بعد تمہاری روشن رائے پر واضح ہو کہ فقیر تا دمِ تحریر خیریت سے ہے، اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سُنّت کے طریقہ پر تمہاری ثابت قدمی کا طلبگار ہے۔
تمہارا خط بعض مسائل کے استفسار میں، ۲۷ صفر المظفر ۱۲۸۲ھ کو پہنچا۔
تمہارا مدعا روشن ہوا۔

عُزلت کے سلسلے میں تم نے دریافت کیا تھا، اس لئے پہلے اُسی کے بارے میں تحریر کی ابتدا کی جاتی ہے معلوم ہونا چاہیئے کہ عُزلت (گوشہ نشینی) اگر علم کے "عین" کا تاج سر پر نہ رکھے تو یہ ذلت ہے۔ اور اگر "زادِ تقویٰ و جدِ مصطفویؐ کی "زا" درمیان نہ ہو تو علت (بیماری) ہے (لفظ ازمرجم "عُزلت" میں پہلا حرف "ع" جس کو تاج علم سے تشبیہ دے کر علم کا عین

قرار دیاہے۔ دوسرا حرف "زا" ہے۔ اگر اس کو درمیان سے نکال دیں تو "علت" رہ جاتا ہے) اور اگر "توکل" "تقویٰ" کی "تا"۔ (عزلت کا منتہائے مقصود) اس کے آخر میں نہ ہو تو، عزل (معزول ہونا) اور معزولی کے لائق ہے۔ (واضح رہے کہ "عزلت" کے معنی معزولی ہیں۔ یعنی اگر مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ" عزلت اختیا نہ کی جائے تو یہ اپنے اصلی معنی کا ظہور دکھاتی ہے المترجم)

---

اور اگر اس کا اوّل یعنی ابتدا علم کی عزت سے خالی ہے تو "بدبختی کی لت (بدبختی کا فریب) اس سے ظاہر ہے۔ دوربین عقل کا توشہ رکھنے والوں پر یہ بات روشن ہے کہ، "جہل و عزلت" (جہالت اور تنہائی) شیطانی جال ہے۔ جو اس دام میں گرفتار ہو جاتا ہے، ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

چنانچہ "اللہ تعالیٰ کی تائید لیئے ہوئے سردار، محبوب خدائے اعظم و اکبر سیدنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ، بحرمتہ، اپنی کتاب "جلاء الخواطر" میں فرماتے ہیں کہ تَفَقَّهْ ثُمَّ اعْتَزِلْ " (پہلے عالم) اور فقیہ (علم فقہ کا جاننے والا) بن، پھر گوشہ نشینی اختیار کر۔ تمہاری بصیرت سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہوگی کہ جب عزلت، لہو ولعب کے "لام" (بمعنی) کی آلودگی سے اور حرام و مکروہ دنیا کے حصول کی خاطر تسخیر خلق کے لوث سے پاک ہوگی تو، دونوں جہان کی عزت اور ہمیشہ رہنے والی سعادت کا موجب ہوگی۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ جب تم عزلت اختیار کرو تو، اس کی پہلی شرط کا لحاظ کرتے ہوئے دوسری شرط کی تکمیل میں مشغول ہو جاؤ۔ اور اپنے اندیشوں کے دامن کو ندامت کے آنسوؤں سے تر کر لو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ عزلت کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے

کہ باجماعت نمازیں، اور جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں حاضری ترک نہ کرو
کیونکہ حدیث شریف میں صحیح روایتوں سے آیا ہے کہ ۔۔۔" میری اُمت کے یہودیوں
کو سلام نہ کرو" صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ
آلِکَ وسلّم تسلیماً کثیراً کثیرا، آپ کی اُمت کے یہودی کون لوگ ہیں؟
آپ نے فرمایا" وہ لوگ جو کہ اذان کی آواز سُنیں اور نماز کے لئے مسجد میں
حاضر نہ ہوں" اور بہت سی صحیح حدیثیں نماز باجماعت کے فضائل میں ہیں جو
احادیث کی کتابوں میں درج ہیں۔ بلکہ حدیث صحیح ہے جو" انیس الواعظین"
میں بیان کی گئی ہے اور جس کا ماحصل یہ ہے کہ ۔ جو" شخص متواتر تین جمعوں
میں حاضر نہ ہوا ہو، وہ منافقوں میں سے ہو جاتا ہے۔ لہذا عزلت اختیار
کرنے والوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ عزلت میں بھی شریعت کے عقائد اور
فقہی مسائل و احکام کا اتباع (پیروی) کریں۔ اور اس طرح عزلت
اختیار کرے کہ، جن اور انسان کی قسم کے شیاطین، اس کے وجود سے،
جو سراسر شہودِ ذات بن چکا ہے، سے دور رہیں۔ نہ کہ ہوا و ہوس کے
پتلے، اور مکر و فریب کرنے والے سرکش لوگ، سعادتمندی کے اِس
تخت نشین کو۔ صفائے باطنی کے مُلک سے نکال دیں۔ اور ہمیشہ نفسانی
خواہشوں سے بچتا ہوا، غیر اللہ، اور شیطان اور ذکر (بتخانہ) کو دفع
کرکے، نیکی اور بھلائی کے قلعہ کی فتح کا طالب رہے۔ چاہیئے کہ ذکر و اوراد
مقررہ کی جرّار فوج کو، سلطانِ دل، کی حفاظت کے لئے متعین کرکے
ظاہری اور باطنی دشمنوں کے دفاع میں کوشش کرتا رہے۔ اور آدھی

رات کی گریہ وزاری و دعائے سحری کے ساتھ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" کی خوشخبری کا متمنی رہے۔ تاکہ اس قسم کے ساتھوں پر نصرت اور فتحمندی کے ظہور سے " تو اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ کا مصداق ہو کر " فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ" کی ندا ہمیشہ سنتا رہے اور حقائق کو وسیع کائنات کے دروازے میں، (مامور من اللہ کی حیثیت سے) " اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا "کے اختیار تمیزی کے ساتھ، یہ کائنات جو کہ اُس موجدِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب تخلیق اور امانت ہے، کی ہدایت و ارشاد کا مرجع بن جائے ـــــ

عزلت کا لفظ "عزل" سے نکلا ہے یعنی غیر (غیر اللہ) کو دل سے دُور کر دیں اور دیدہ دل کو واقعات کے حقائق کی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رکھیں تاکہ پتہ چلے کہ بندے کے لئے سوائے بندگی کے اور کوئی چیز لازمی نہیں ہے۔ اور بندے کی اپنے مولیٰ کے ساتھ ایک بے اختیاری نسبت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے اختیار سے کنارہ کش رہے۔ اور سوائے راہِ مولیٰ کے اور کوئی راہ اختیار نہ کرے۔ اس پسندیدہ طریقہ کو اختیار کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، کوئی جنگل کا رُخ کرتا ہے، کوئی، کسی کمرے میں گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ کوئی سکوت یعنی خاموشی اختیار کرتا ہے۔ اور بعض سقوط یعنی شکستگی کے ساتھ (سب سے لاتعلق) ہو جاتے ہیں ـــــ لیکن تمہیں چاہیئے کہ، دل کے کان، اور بصیرت کی آنکھ کھلی رکھو، (یعنی بصیرت سے کام لو) اور جو کچھ تم کو کہہ رہا ہوں اسکو

رات کی گریہ وزاری ودعائے سحری کے ساتھ "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا"
کی خوشخبری کا متمنی رہے۔ تاکہ اس قسم کے ساتھوں پر نصرت اور فتحمندی
کے ظہور سے "وَ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْ
خُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ کا مصداق ہو کر "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ"
کی ندا ہمیشہ سنتا رہے اور حقائق کو وسیع کائنات کے دروازے میں،
(مامور من اللہ کی حیثیت سے) " اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا " کے اختیار تمیزی کے
ساتھ، یہ کائنات جو کہ اُس موحدِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب
تخلیق اور امانت ہے، کی ہدایت وارشاد کا مرجع بن جائے ____
عزلت کا لفظ "عزل" سے نکلا ہے یعنی غیر (غیر اللہ) کو دل سے دُور
کردیں اور دیدہ دل کو واقعات کے حقائق کی کتاب کے مطالعہ میں
مصروف رکھیں تاکہ پتہ چلے کہ بندے کے لئے سوائے بندگی کے اور
کوئی چیز لازمی نہیں ہے۔ اور بندے کی اپنے مولیٰ کے ساتھ ایک بے اختیاری
نسبت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے اختیار سے کنارہ کش رہے اور
سوائے راہِ مولیٰ کے اور کوئی راہ اختیار نہ کرے۔ اس پسندیدہ طریقہ
کو اختیار کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، کوئی جنگل کا رُخ کرتا ہے، کوئی،
کسی کمرے میں گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ کوئی سکوت یعنی خاموشی اختیار
کرتا ہے۔ اور بعض سقوط یعنی شکستگی کے ساتھ (سب سے لاتعلق)
ہو جاتے ہیں ____ لیکن تمہیں چاہیئے کہ، دل کے کان، اور بصیرت کی
آنکھ کھلی رکھو (یعنی بصیرت سے کام لو) اور جو کچھ تم کو کہہ رہا ہوں اسکو

اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اور اُس پر (یعنی اِن ہدایات پر) ثابت قدم رہو۔ تاکہ ذلت اور خواری سے محفوظ رہو۔ دُنیا سے دوستی قطع کر لو۔ اور دنیا والوں پر خاک ڈالو۔ طمع کا لفظ صفحۂ دل پر نہ لکھنا۔ کہ حرص اور لالچ کرنے والوں کے تمام کام سوائے ذلت اور خواری کے کچھ نہیں۔ شریعت کی تلوار کے ساتھ اپنے عمل میں خلوص پیدا کرو۔ خوابِ غفلت سے بچ کر شب بیداری کو لازمی سمجھ لو۔ اور خوب سمجھ لو یادِ حق کے بغیر انسان (تاریکی کے گہرے غار میں جا پڑتا ہے۔ اس پیدا کرنے والے ہی کی دوستی اور مدد چاہو۔ دل لبھانے والے حسینوں کے سردار ﷺ کی متابعت ہی میں اپنا دل لگاؤ۔ (فضول تعلقات کی شراب سے) اپنے جام کو خالی ہی رکھو۔ اور بلند ہمتی کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، اور ہمیشہ (نفس کے) بدلگام گھوڑے کو (نہایت کے چابک سے) سرپٹ دوڑاؤ۔ اور ہر وقت فنا کے شہر کی منزلوں کو طے کرتے رہو۔ زہد، اخلاص اور صفائی کے ساتھ رہو۔ حضوری کے طلبگار رہو۔ یہاں تک کہ محبوبِ حقیقی کے جلوے نمودار ہو جائیں اور ہر روز، اسرار کے خزانوں کے صراف (پرکھنے والے خزانچی) ہو جاؤ۔

تم نے سماع کے متعلق استفسار کیا ہے۔ اے نورِ چشم اہلِ یقین! سماع کا مسئلہ ہر دور کی (بڑی بڑی) کتابوں میں تمہاری نظر سے گزرا ہے اس لئے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن خلاصہ کے طور پر لکھا جاتا ہے یہ کہ مزامیر یعنی ساز کے ساتھ، حرام ہے۔ اور بغیر آلات (ساز) کے جائز ہے۔ قرآن مجید کے لئے بھی خوش الحانی (اچھی آواز) لازمی ہے۔

کیونکہ حدیث صحیح میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ (جو شخص کہ قرآن کو خوش الحانی سے ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے) لیکن فضول اور بے مصرف تیشے، نوخیز لڑکوں اور عورتوں کے سامنے، مجلس میں بغیر مزامیر کے بھی خوش آوازی سے پڑھنا حرام ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا یہ فیصلہ کن قول ہے کہ "نہ انکار میکنم کہ بعضے اہلِ حال دریں امر مبتلا اند و نہ ایں کار میکنم کہ از حضرت ایشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت نشدہ"۔ (میں انکار اس لئے نہیں کرتا کہ بعض اہلِ حال اس کام میں مبتلا ہیں۔ اور یہ کام بھی نہیں کرتا، کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں ہے) لہٰذا عاشقانِ راہِ حقیقت کا حال یہ ہے کہ وہ چونکہ شریعت کے ظاہر احکام کی پابندی پر مامور من اللہ ہیں اس لئے شرعی احکام و قوانین کو ملحوظ رکھ کر ہمیشہ (ہر حالت میں) اپنی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (اس خیال سے بھی کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ، اس راستے کے بیماروں کی تقلید کر کے، حسرت و افسوس سے ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ خواجگان کرام نے جو سماع سنا ہے تو وہ لوگ خدا کے دیوانے تھے" تم اس حقیر دنیا کے دیوانوں میں ہو تو پھر اہلِ حال کی تقلید میں کیوں مست ہو؟ پہلے اہلِ حال بنو پھر جو چاہے کرو۔ شیخ شہاب الدین دہلوی کا قصہ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے زمانہ میں ہوا تھا، جو "جواہر القادریہ" میں لکھا ہوا ہے۔ مطالعہ کر لینا اگر کوئی شخص اہلِ حال کی تقلید کرے تو اس کو وہ حال حاصل نہ ہوگا (جو اہلِ حال کا ہے) اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کا

خون (زیادتی سے) اس کے جسم میں جوش کھا گیا ہو تو حکیم اس کی فصد کھولتا ہے
اگر کوئی تندرست (اس بیمار کی تقلید میں) اپنی فصد کھلوا لے، تو خاص و عام
کی نظر میں وہ احمق سمجھا جائیگا۔

"گر سرودے را شنیدہ خواجہ چشت ٭ دردمنداں بودہ اند عالی سرشت"
(اگر خواجگانِ چشت نے سماع سنا ہے تو ـــ وہ بلند سرشت والے لوگ بیمارانِ
(خدا) تھے)

"تو از آنہاں نیستی اے مرد دوں ٭ تو چرا طنبور و دف شنوی کنوں"
(اے کم ہمت آدمی جب تو ان میں سے نہیں ہے تو ـ تو طنبورہ اور طبلہ کس لئے سنتا ہے)

"خواجہا از حرص و آزِ دنیوی ٭ بودہ اند فارغ تو در وے تنی"
(خواجگانؒ تو دنیا کی حرص لالچ سے بری تھے ـ اور تو تو دنیا کی حرص میں مغرور ہوا جاتا ہے)

"با وجودِ ایں ہمہ علمائے دیں ٭ بودہ اند مانعِ باآں فرقہ بہیں"
(اس کے باوجود دین کے علماء ـــ اس بہترین جماعت کے آڑے آتے رہے)

اس، نفسانی خواہشوں کے زور کے زمانے میں، صدق و صفا اور جھوٹ
اور دغابازی میں تمیز کرنا (حق کی طرف سے عقل کے) اندھے لوگوں پر مشکل ہو گیا
ہے، کیونکہ ایسے تمام لوگوں کی حقائق کو نہ دیکھ سکنے والی) آنکھوں پر، اندھے
پن کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ بعض، "دردِ ناسوت" یعنی عالمِ ناسوت
میں (اٹکے ہوئے) بے ہوش لوگوں کو، اور بے ہودہ باتیں کرنے والے اور
گالیاں بکنے والے، اور رقص کرنے والے (یعنے حال کھیلنے والے) مردہ دل لوگوں

کو ولیِ کامل کہنے لگے ہیں۔ وہ پاکباز نمازیوں اور دنیا سے بے نیاز اہلِ دل بزرگ
کو مکار کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تاریک دل بے نمازی ہیں۔ اگرچہ یہ بظاہر مستور
ہیں لیکن باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کی بساط تک پہنچ کر انہوں
نے اطمینانِ قلب حاصل کر لیا ہے۔ ظاہر بین لوگ ان کو پہچاننے والی آنکھیں
نہیں رکھتے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اور تمام صحابۂ کبار اور آئمہ دین کو اہلِ بیتؑ تمام عمر جسم عنصری کی موت تک
اسی ظاہری نماز کی ادائیگی میں علانیہ مشغول رہے ہیں ـــــ خواجۂ خواجگان
شیخِ اُمت ہمارے خواجہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ
زوال کے وقت گرمیوں میں ٹھنڈا پانی پی لیا اور قیلولہ فرمایا۔ آنحضرت کی
نماز کو اپنے معمول کے وقت سے کچھ دیر ہو گئی۔ آپ نے (اس دیر ہو جانے کی
وجہ کو) ٹھنڈے پانی کے پینے سے جو راحت و آرام ملا تھا سمجھ لیا۔ اور باقی تمام
عمر ٹھنڈا پانی اس کے بعد نہیں پیا ـــــ آنحضرت ایک روز قرآن کی تلاوت
سن رہے تھے کہ ناسوت کی حالت سے، لاہوت کے عالم میں بے خود ہو گئے۔ اور
فرمایا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وَلَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللہ " (میری ذات
پاک ہے اور میری کتنی بڑی شان ہے اور میری قبا میں سوائے اللہ کے غیر نہیں)،
جب اس حالت سے بحال ہوئے، تو مصاحبین نے حضرت خواجہ سے یہ ماجرا عرض
کیا کہ آج شیخِ اُمت یعنی آپ سے بہترین حالت کے عالم میں یہ بات سُنی گئی۔
شیخِ اُمت نے ارشاد کیا کہ چھری، تیغ وغیرہ جو کچھ بھی ہتھیار تمہارے گھروں
میں ہو، تیز کر کے کل اپنے ساتھ لانا آپ کے فرمانے کے مطابق لوگوں نے ایسا

ہی گیا۔ حضرت شیخ نے ارشاد کیا کہ تم میں سے جو شخص ہم سے عقیدت اور
حسن ظن رکھتا ہے (اُسے چاہیئے کہ) اگر کبھی ایسے الفاظ میری زبان سے
نکلیں تو (اپنے ہتھیار) میرے جسم پر مارنا ۔۔۔ قاری نے قرآن پڑھنا
شروع کیا۔ شیخ کی حالت پھر دگرگوں ہو گئی۔ اور کہا لا الٰہ الا انا
ھا فاعبدون" (نہیں کوئی الٰہ مگر میں ہوں تم سب میری عبادت کرو)
تو ہر شخص نے، اُن شیخ کے جسم پاک پر (جس کا حال عقلمندوں کی عقل سے
بالاتر حالات سے متعلق تھا) اپنے اپنے ہتھیار سے وار کیا۔ یہ لوگ آپ کے
جسم کے جس حصے پر بھی ضرب لگاتے تھے ان کا اپنا ہی عضو زخمی ہو جاتا
تھا۔ اس حالت کے فرو ہونے کے بعد اس معاملہ کے متعلق استفسار کیا
گیا۔ شیخ نے ارشاد فرمایا۔ "ان الفاظ کا کہنے والا میں نہ تھا اُس وقت وہی
تھا جو ان الفاظ کا سزاوار ہے" مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی
شخص پر جن آجائے اور اس کو ضربات لوگ پہنچائیں تو اس کے جسم پر ان
ضربات کا کوئی نشان نہیں ہو گا۔ اور جبکہ خود جن کو پیدا کرنے والا اگر
کسی کے جسم میں، اپنے حقیقی وجود سے موجود ہو جائے اور اُس شخص کا وجود
اُس میں گم ہو جائے یا وہ اس کے وجود میں گم ہو جائے تو پھر، اس شخص
کا قول اور فعل اس کا اپنا نہیں ہوتا ۔۔۔ اس قصے کی تفصیل مولانا
روم کی مثنوی میں پڑھو تاکہ فیض پاؤ ۔۔۔ اب خود انصاف کرو کہ
(اصل) حال یہ ہے نہ کہ یہ کہ وجد کے عالم میں تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
اور بعد ازاں حال و وجد اُن پھٹے کپڑوں کے سینے کی فکر میں لگ جائے۔

قبلۂ آمال و آمانی کعبۂ مرادات جاودانی ہمارے مولانا مرشد. اور
ہمارے جدامجد ابوالفرح سید محمد ناصر الدین نے (اللہ تعالیٰ ہمکو ان کے
اسرار کے طفیل پاک کرے) ارشاد فرمایا ہے پڑھو اور سمجھو کہ

وجد آں نبود کہ خرقہ را پارہ کنی ٭ آنکہ زبرائے دوختن چارہ کنی

(وجد یہ نہیں ہوتا کہ تو خرقہ کو پھاڑ ڈالے — اس کے بعد پھر اسکو سینے کی فکر میں لگ جائے)
وجد وہ ہوتا ہے کہ جب تم پر طاری ہو تو اپنے وجود کے خرقہ کی سینکڑوں
دھجیاں اڑا دو —— اور حضرت قبلہ پیر و مرشد برحق و کعبۂ مطلق نائب
مناب محبوبِ خدا مقتدائے اہل اللہ سید غلام قادر شاہ جن کو اللہ تعالیٰ
جل شانہٗ وعم احسانہٗ کی بارگاہ سے "اہل اللہ" کے خطاب سے مخاطب کیا گیا
جو کہ میرے مرشد کے مرشد ہیں، آپؒ نسبتِ اویسی رکھتے تھے۔ ان کے
حضور میں قاری نے قرآن مبارک پڑھا ان پر وجد (کہ جس کو اصلی معنی پانے
کے ہیں۔ اور اس سے مراد فقد یعنی جس کی طلب ہے اس میں گم ہو جانا ہے)
طاری ہوا۔ اپنے مبارک پیروں پر کھڑے ہو گئے حاضرین محفل نے (عالم شہود
میں) یعنی ان ظاہری آنکھوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار مبارک
کیا۔ اور سب کے سب ذات و صفاتِ باری تعالیٰ سبحانہٗ میں محو و غرق ہو گئے۔
سبحان اللہ وجد اس کو کہتے ہیں — اور حضرت ابراہیم ادھمؒ بلخی جو خواجگان
چشت کے سربرآوردہ مشائخ میں سے ہیں، ایک دن دریا کے کنارے اپنی
گدڑی سی رہے تھے۔ آپ کا وزیر خدمت میں حاضر ہوا (یہ حالت دیکھ کر)
اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ "اس شخص کو سلطنت چھوڑ کر کیا ملا،" یہی کہ

اب بیٹھے گودڑی سی رہے ہیں! (وزیر کے دل میں اس خیال کے آتے ہی) آپ نے اپنی سوئی دریا میں ڈال دی۔ اور مچھلیوں کو ارشاد فرمایا کہ میری سوئی لاؤ۔ لاکھوں مچھلیوں نے سوئیاں حاضر کر دیں۔ ایک ساعت کے بعد ایک مچھلی حضرت کی سوئی لئے آئی حضرت نے ان مچھلیوں سے فرمایا کہ یہ ہے ہماری سوئی۔ اور اس وزیر کو فرمایا کہ، اہلِ دل لوگوں کے حضور میں، دل کے اندر پریشان خیالات کا لانا مناسب نہیں۔ یادشاہت یہ ہے ؟ یا وہ تھی جو دشمنوں کے خطروں میں گھری ہوئی تھی ؟ اور اس (بادشاہت) میں نہ چوہے نہ کو۔ حال یہ ہے کہ آپ کے فرماتے ہی مچھلیاں حاضر ہو گئیں۔ دوسروں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ؟ (یعنی جو صاحبِ حال نہیں اس کے کہنے سے کہیں ایسا ہو سکتا ہے ؟) ــــ پہلے حال پیدا کرو پھر تقلیدِ اہلِ حال کرو۔ اور حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے بہت ہی خوب فرمایا ہے کہ ــــ " سماع کا حکم اور نتیجہ سماع سننے والے کی حالت پر منحصر ہے، اگر وہ لہو و لعب کا بندہ ہے تو اس کے دماغ میں لہو و لعب ہی کے خیالات کی ترقی ہوگی۔ اور اگر اہلِ دل ہے تو اس کی سیر اُس مقام تک ہوگی کہ فرشتے کی بھی اُس مقام تک پہنچ نہیں ہوگی۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ تقلید ایسا کام ہے کہ، تقلید کرنے والا اندھوں کے حکم میں ہے۔ جو لوگ کہ حقیقت رس اور دقیقہ شناس ہوتے ہیں انکو تقلید کی ضرورت نہیں جیسا حال ان پر وارد ہوگا اسی کے مطابق اُن کا حال اور ان کے اعمال ہوں گے۔ ــــــــ تم نے سیّرا در

خانقاہ نشینی کے متعلق جو ہدایت صاحب کرتے اس سلسلے میں وہ شیخ ہو کر اس سیر
عجیب عجیب ہے اور خانقاہ نشینی اس سے بھی عجیب تر اس کی مثال میں جو بیان کی
ایک ضرب المثل ہے کہ اس کا ظاہر پراگندہ اور اس کا باطن حقیقت وحدت
کا مظہر ہے" بیان کی جاتی ہے کہ "یعنی پورا پھرے سو را" یعنی ہمیشہ آوارہ
رہے جو اچھی سیر پوری کر سکتا ہے۔ اور سیر وہ کرتا ہے جو بیدار رہے۔ سیر اور
خانقاہ نشینی کا قصہ اس قدر میرے دل میں جوش مار رہا ہے کہ اگر میں اپنے
عجیب وغریب واقعات لکھنے والے قلم کو آزاد چھوڑ دوں تو ایک دفتر کا دفتر
(تیار ہو جائے) اور انبار لگ جائے۔ لہذا مختصر اور جامع طور پر ہی اکتفا
کر کے دریا کو کوزے میں بند کر کے لکھا جاتا ہے —— کہ سیر اور خانقاہ
نشینی تفرقہ (انتشار) اور جمع یعنی دل جمعی کا سایہ ہے اول الذکر چلنے والا
یعنی سیر کرنے والا شکر حالتِ مستی سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا یعنی
خانقاہ نشینی، محویت کی خبر دیتی ہے پہلی یعنی سیر حصول کمال کی خبر دیتی
ہے — دوسری یعنی خانقاہ نشینی کمال پر پہنچ جانے کی — اگرچہ بعض لوگوں
کے لئے خانقاہ نشینی تربیت کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ، رہ سکتا ہے)
اگر وہ سیر کو جائے (یعنی سفر کرے) تو ممکن ہے آوارہ ہو جائے۔ اور بعض
کی تربیت سیر سے ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ خانقاہ نشینی اختیار کرے تو ہو سکتا
ہے ناکمل یعنی خام رہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مبتدی کو (ابتدائی سلوک میں
کو) اور مرید کو اپنی حالت کے متعلق (صحیح) علم نہیں ہوتا کہ اس کی تکمیل ان
دونوں میں سے (یعنی سیر و خانقاہ نشینی میں سے) کس طرح ہے اس لئے چاہیے کہ

آپ کو پوری طرح پیرِ کامل کی تحویل میں دیدے۔ اور جو کچھ پیرِ کامل کے اس کو اپنے حق میں بہتر جانے۔ اور منتہی ہو۔ اس کو اختیار ہے۔ (چاہے سیر کرے چاہے خانقاہ نشین ہو) لیکن "فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے) کے مفہوم کے مدِ نظر کامل کو چاہیئے کہ

اپنے تمام افعال اور اقوال میں انتہا درجہ کا باریک بینی سے کام لینے والا ہو۔ اور دور بینی (یعنی انجام پر نظر کرنے کی) عینک اپنی فہم کی آنکھوں پر لگائے اور اس اتاہ سمندر میں بڑی دقیق نظر سے دیکھے رہتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کشتی میں بے خبر بیٹھنے والے کو، ہوا و ہوس کے چھپے ہوئے ڈاکو تکبر کی کشتی پر سوار ہو کر رہزنی کریں اور کعبۂ وصول کے اس حاجی کا تمام مال و اسباب اور لباسِ فاخرہ لوٹ لیں۔ پس اب تم خود ہی انصاف سے اپنے حالات کا جائزہ لے کر دیکھو کہ اگر تم پختہ ہو چکے ہو تو بے شک خانقاہ نشین ہو جاؤ۔ کیونکہ بغیر مستقل مزاجی کے بیٹھنا محال ہے۔ اور اگر ابھی خام ہو (یعنی تکمیل میں کمی ہو) اور ابھی دِل قائم نہ ہوا ہو (یعنی اطمینانِ قلب نصیب نہ ہوا ہو) تو پھر طالب بن کر رات دن قمری کی طرح "کو کو" (کہاں ہے کہاں ہے) کرتے ہوئے اپنی طلب میں دوڑ دھوپ کرو اور جب تک اپنے مطلوب اور محبوب کا نشان اور منزل نہ پالو اپنے آپ کو طلب سے نہ روکو اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھ رہو بعض لوگ دف و طنبورہ لیئے دیوانہ وار عالم کی خاک چھانتے ہوئے دربدر، دنیائے دنی کی طلب میں ہوش

دحواس کے ساتھ پھرتے ہیں ـــــ بعض فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ آخری زمانہ ہے
اس لئے ہم ہدایت کے لئے سیر کرتے ہیں ۔ پس پہلے گروہ کا وجود گویا خدا اپنے
یعنی شیطانوں کے بھائیوں کا ہے۔ اس گروہ کی صحبت سے بچنا چاہیئے ۔ یہ
یہ لوگ خود بھٹکے ہوئے ہیں (دوسروں) کی رہنمائی کے لائق کہاں ہو سکتے
ہیں) اور دوسرا فرقہ تو اس کا وجود (البتہ) کبریتِ احمر یعنی کیمیا کی مانند
رکھتا ہے ۔ مگر ہم ان کو بھی کسوٹی پر پرکھ لیں گے ۔ اگر یہ خالص ہوئے تو
ان کو نبوت کا نائب سمجھیں گے ورنہ یہ لوگ بھی بھٹکے ہوئے (سمجھے جائیں گے
وہ اس طرح کہ طالب دُنیا نہ ہو ۔ اور ہدایت کے پردے میں دعوتِ
(طعام) کا بوجھ طالبِ ہدایت نہ ڈالے بلکہ خود سوائے ہدایت کے اُس
سے کوئی غرض نہ رکھے ـــــ کہیں ایسا تو نہیں کہ اِس زمانے میں اگر کسی
کو ہدایت کی ایک آدھ بات کہتے ہوں اور طالب سے، حلوے سے بہتر
اور مرغن غذاؤں کا برتن طلب کرتے ہوں ۔ اور صوفیوں کی نقل کرنے
والے مقلدوں کی ایک جماعت کی جماعت ساتھ لے کر لوگوں کے گھروں
کو تباہ کرتے ہوں ۔ اور اُن (طالبِ ہدایت) غریبوں کو (زیرِ بار کر کے)
روپے پیسے کی مار دیتے ہوں ۔ اس سلسلے میں (جب) ان مُسلمانوں کو
اس حد تک ایذا پہنچتی ہے تو، وہ طالب اور اس کے تمام متعلقین جو اس سے
تعلقات قائم رکھنے پر مجبور رہتے ہیں ۔ پیٹھ پیچھے بُرا بھلا کہنے لگتے ہیں
اور وہ طالب بھی اس (نوبت روز کی) لے دے اور کوفت سے شکستہ دل
ہو جاتا ہے ۔ الّا ماشاءاللہ (یعنی شاید ہی کوئی ۔ اس سے مُستثنیٰ ہو سکے)

لیکن حکم ہمیشہ اکثریت پر لگایا جاتا ہے ــــ اگر نیت خالص ہو تو باعثِ ثواب ہے اور اگر نیت میں کھوٹ ہو تو پھر مشقت اور عذاب کا باعث ہوتا ہے۔

اور ارشاد کے سلسلے میں جو ہدایت طلب کی ہے۔ اس کے لیے یہ ہے کہ خالصۃً لِلّٰہ بعد جمعہ پیرانِ عظام سے (قدس سرہ اللہ اسرارھم) سے ثابت ہے اور اگر پُر خلوص احباب کی وجہ سے (ضروری ہو تو) جمعہ کے دن بعد عشاء وعظ فرمائیں تو جائز ہے۔ ــــ مگر صاحب سجادہ کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ جمعہ کے دن خواہ کوئی ہو یا نہ ہو وعظ کرے ــــ اور قرآن کی کوئی آیت اور حدیث پر نور پر لوگوں کے سامنے عام فہم انداز سے روشنی ڈالیں۔ لیکن نذر و نیاز کی قسم سے کوئی چیز نہ لیں۔

(اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو) کہ ایک شخص نے مسجد میں نمازیوں کو معنی کے ساتھ قرآن پڑھ کر سنایا۔ اور پھر اس نے کہا کہ مجھے کچھ دو (یعنی پیسے وغیرہ مانگے) صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابیؓ بھی اس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" مات الْاِسْلَامُ وَالْمُسْلِمُوْنَ" (یعنی اسلام اور مسلمان مر گئے!!) دوسرے لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے یہ کیا فرمایا؟۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، "قرآن پڑھ کر جو کچھ مانگو خدا سے مانگو"۔ اور اس مسلمان آدمی نے خدا سے تو طلب نہیں کیا بلکہ غیر خدا سے دنیاوی فائدوں کا طلبگار ہوا ہے یہ روایت "معالم التنزیل" میں موجود ہے۔ لہذا اگر وعظ میں کوئی شخص (کسی قسم کی) خدمت کرے

(یعنی کچھ دے تو) نہیں۔ اور صرف خدا کے واسطے "اوامر ونواہی" (وہ احکام جو کسی کام کے کرنے نہ کرنے کے ہیں) اللہ کی مخلوق کو سُنا کر اس کا ثواب خدا سے چاہیں ۔۔۔ حق تعالیٰ تم کو دو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہزار ہزار درود وسلام ان پہ ہوں۔۔ کی مبارک سُنتوں کے طریقہ پر قائم رہنا نصیب فرمائے اور تم کو ہر بلا سے محفوظ رکھے "النّون" اور "الصّاد" کی حرمت کے طفیل۔

# تیسرا خط سلبِ مرض کے سلسلہ میں

یہ مکتوب، قطبِ دائرہ حقیقت سیدنا و شیخنا مولانا، شاہ غلام علی عفی عنہٗ قریشی دہلوی، خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رضی اللہ عنہم اجمعین، (جو کہ اس ذرۂ بے مقدار کے مرشد کے پیرِ صحبت ہیں) نے اردو زبان میں تحریر فرمایا تھا، وہ جوں کا توں نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت میرے۔ تسلیم قبول ہو۔ اگر ممکن ہو تو ہر بیمار کے واسطے استخارہ مسنونہ کر کے علاج شروع کریں۔ اور دُعا کر کے بیٹھیں اور دُعا پر ختم کریں۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ بیمار کو مُردہ کی طرح لٹادے۔ اور بیچ میں گاؤ تکیہ رکھ کا اول انگوٹھے پکڑ کر چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر، دس، پندرہ، بیس منٹ تک جس قدر ہو سکے دیکھے مگر دس منٹ سے کم نہ ہو۔ بعدہٗ انگوٹھے چھوڑ کر دو چار پانچ منٹ ہاتھوں کو سر پر رکھے پھر ہاتھ ایک دو منٹ شانوں پر رکھ کر ایک منٹ میں ہاتھوں کو انگلیوں تک پہنچا دیوے۔ پھر پُشت پر ایک منٹ میں سُرین تک، پھر ایک منٹ سینہ پر رکھ کر آدھے منٹ میں ناف تک، پھر دو تین منٹ معدہ اور ناف پر ایسا کرنے سے تمام جسم میں نور بھر جائیگا اور شاید کہیں اس کے درد اُٹھے۔ وہ علامتِ صحت ہے۔ اس سے ڈرنا نہ چاہیئے یہ دیرپا نہیں۔ ہر نشست میں اس کی امید رکھنی چاہیئے، یہ بہت مبارک ہے بعدہٗ سر کے پیشانی سے پیروں تک انگلیوں سے بغیر چھوئے جسم کے آدہ انچہ

کے فاصلہ سے پاس ٹویں کے ذریعہ سے گھٹنوں پر ہاتھوں کو سلامی کر کے انگو
سے بیماری کو پندرہ بیس مرتبہ نکال کر ہر مرتبہ انگلیوں کو زمین پر جھاڑے
اس کے خمار و غفلت دُور کرنے کے لئے، گھٹنوں سے پیروں کی انگلیوں تک
پاس کرتا ہے حتیٰ کہ غفلت دُور ہو۔ پانچیں ساتویں روز، بُحرانِ جدید پڑ
سے بہت جلد صحت ہوتی ہے۔ اگر کسی عضو میں بیماری ہے تو، اول چہرے پر
نُور بھرے بعد اُس کے بیماری کی جگہ پر نُور بھرے، سر پر اور کندھوں پر شکم
اور پشت پر نُور بھرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگر ہاتھ یا پیر میں بیماری ہے تو
صرف بیماری کی جگہ سے بغیر چھوئے جسم کے ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں
انگوٹھا پکڑ کر بیماری نکال کر ہاتھ جھاڑے، اگر ہاتھوں یا پیروں کے سوا
کسی جگہ بیماری ہے تو چہرے پر نُور بھر کر بعد اس کے بیماری کی جگہ پر نُور بھر کر
چہرے سے پیروں تک انگوٹھا پکڑ کر بذریعہ پاسِ طویں بیماری نکالے بعد
ہونے کے بھی، احتیاطاً پندرہ، بیس دن دَم شدہ پانی پلا دیں کہ بیماری عود
نہ کرے۔ پانی کو مقدار کے بموجب، دس، پندرہ، بیس منٹ حتیٰ کہ ایک
گھنٹہ تک، اُنگلیوں سے، اور آنکھوں سے دَم کرے یعنی نُور بھرے اور مُنہ
سے بھی دم کرے۔ اور یہ خیال کرے کہ، میرا دم شفا اس میں جا تا ہے۔
اگر کوئی آیت پڑھ کر دم کرے تو اولیٰ ہے۔ بھوت، جن، پریت وغیرہ کے
سورۂ جن۔ اور قبض کے واسطے "یا باسطُ" اور بیماریوں کے واسطے آیاتِ
شفا پڑھ کر دم کرے تو اولیٰ ہے۔ وہ بیمار جو کروٹ تک نہیں لے سکتے جس
طرح ہو سکے اُسی طرح سے توجہ دے، خواہ ہاتھ پکڑ کر یا نہ پکڑ کر۔ بچوں کو

سو جاویں توجہ دیوے۔ مگر ہر بیمار پر ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ محنت نہ کرنی چاہیئے اور جن کی عمر ستر برس سے زیادہ ہو، ان کو پندرہ منٹ سے زیادہ توجہ نہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ کمزوری آتی ہے۔ غریبوں کا لِلّٰہ علاج کرے اور امیر اگر دیوے تو قبول کرنا چاہیئے۔ اگر نہ قبول کرے تو امیروں سے صدقہ دلانا چاہیئے کہ صدقہ رَدِّ بلا ہے۔ سر میں اگر درد ہو تو دَم شدہ پانی سنگھانا (یعنی پانی کی ناس دلانا) چاہیئے۔ اگر کوئی گنجہ ہو تو اُس پانی سے سَر کو دُھلانا چاہیئے۔
بواسیر والا آبدست لیا کرے۔ جس کے پیٹ میں درد ہو دم شدہ پانی بوتل میں بھر کر شکم پر پھیرنا چاہیئے۔ جس کی آنکھ میں نزلہ اُتر آوے۔ دم شدہ پانی سلائی سے سُرمہ کی طرح لگانا چاہیئے۔ اکثر یہ پانی آنکھوں میں مرچ کی طرح لگتا ہے۔
بعضے بیماروں کے پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، بوتل دم شدہ پانی سے بھر کر دونوں پاؤں کے بیچ رکھ دیوے۔ بعضے بیماروں کو نیند نہیں آتی تیل کو پانی کی طرح دَم کر کے چراغ میں ڈالے۔ اور روئی کو دو تین منٹ مُنہ سے دم کرے آنکھوں سے گھور کر بتی بنادے اور لالٹین سبز میں چراغ جلادے۔ اس کو بیمار ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے تو نیند آجاوے گی۔ بیمار کی غذا کو اور دوا کو جو کھاتا ہے۔ مُنہ سے اور آنکھوں سے دم کیا کرے۔ تیل دَم شدہ تین چار روز تک کافی ہوگا۔ اس کا بستَرہ و رضائی اور چادر و کُرتہ اور ہر ایک کپڑا جو اس کے استعمال میں ہو دَم کر دیا کرے۔ دوسرے تیسرے روز وہ کپڑے دھلوا کر اُنہیں کو دَم کرے۔ یا اور کپڑوں کو کپڑے کے دم کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ جو چھوٹا کپڑا مثلِ رومال کے ہو اس کو ہاتھوں سے

دیا کر مُنہ سے دَم کرے اور جو بڑا ہو تو اس کو لپیٹ کر سامنے رکھے اور
ہاتھوں کی انگلیوں سے بغیر چھونے کے دُور سے، اوپر سے نیچے کی طرف
پاس کرے۔ اور آنکھوں سے بھی نُور بھرے درد کی جگہ پٹی دیچھا یا دَم شدہ
باندھے یا دم شدہ پانی درد کی جگہ مثل تیل کے ملے پھوڑے پھنسی
اور بھوت اور چھل اور پرچھاوئیں کے واسطے گنڈہ بنا دے اور ہر ہر
گرہ پر کچّے دھاگوں کے گنڈے پر رجوعِ دل سے دَم کرے ۔ گرمی
دانہ جس کو چیچک و خسرہ کہتے ہیں اس پانی سے نہلا دے۔ مگر گندی جگہ
پر پانی نہ گرنے دیوے۔ جس کو سانپ کاٹے دَم شدہ پانی پلا دے
مسجد میں جو پانی وغیرہ ہر ایک نمازی سے دم کراتے ہیں یہ قاعدہ
اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ ایک شخص کا نُور دوسرے شخص سے برخلاف
ہے۔ بلکہ ایسا کرنے سے فائدہ کی جگہ نقصان ہوتا ہے۔ اور بیمار کو
ایک ہی شخص توجہ دے یہ نہیں کہ آج ایک مرشد کل دوسرا پرسوں
تیسرا۔ اگر مرشد بیمار ہو جائے یا کہیں چلا جاوے اس وقت اختیار
ہے کہ اپنا نائب مقرر کر کے اجازت دی جاوے کہ توجہ دیا کرے۔ اور
بیمار کو چاہیئے کہ تا صحت اپنے مرشد کا ادب کرے کیونکہ اگر مرشد
کو نفرت ہوئی تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ مُرشد کو جس سے زیادہ اُلفت
ہو گی اسی قدر جلد بیمار کو صحت ہو گی۔ نفرت اس علاج کے خلاف ہے
مُرشد کو چاہیئے کہ جذام و کوڑھ و دورے والی بیماریوں پر جن کو حکماء
نے لاعلاج لکھا ہے ہاتھ نہ ڈالے جذام وغیرہ میں صرف پانی پلایا کرے

کیونکہ توجہ میں نفرت آوے گی اور وہ بیماری مُرشد کو چمٹ جاوے گی پھر اچھا ہونا مشکل ہوگا۔ اگر اپنے میں مُرشد ہمت دیکھے تو دورہ کی بیماری میں ہاتھ ڈالے۔ کیونکہ ہر ایک دورہ کے وقت توجہ دینی ہوگی جب تک سات آٹھ دورے توجہ نہ ہوگی صحت محال ہے۔ ہر دورہ پر حاضر ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر سال بھر کے بعد دورہ آتا ہے تو سات آٹھ سال انتظار کرنا ہوگا۔ اگر مُرشد کے کسی خاص جگہ بیماری ہو تو اُس جگہ انگلیوں سے پکڑ کر یا چھُو کر چھ یا سات منٹ دم کر کے بذریعہ پاس پیروں سے بیماری نکالے۔ یا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی عکسی شکل پر نُور بھر کر کے اُسی طرح سے بیماری نکالے جس طرح سے اوروں کی بیماری نکالی جاتی ہے۔ یا اپنے شاگرد سے علاج کرا دے یا بیمار کو حالتِ انبساط میں لاکر اُس سے توجہ دلادے اور جب توجہ دے یہی خیال کرے کہ آج پہلے دن بیٹھا ہوں اور خوب دل سوزی کے ساتھ توجہ دیوے دلسوزی و بے خیالی شرط اعظم ہے ورنہ بہانہ ہے اپنی توجہ پر یقین کامل کرے کہ میں کامیاب ہونگا۔ اگر مُرشد کو فالج گرے تو یہ خیال کرے کہ مُرخی میں لفظ اللہ زرد حرفوں سے لکھا ہے۔ اگر نزلہ بارد ہو تو یہ خیال کیا کرے کہ قعرِ آفتاب میں غوطہ لگائے بیٹھا ہوں۔ یہ اپنا خود علاج کرنیکا قاعدہ ہے غائب میں بھی توجہ دی جاسکتی ہے خواہ کتنی ہی دُور بیمار ہو مگر شرط یہ ہے کہ اگر بیمار غائب کی توجہ سے سو جائے تو اس کو کوئی نہ جگادے ورنہ نقصان ہوگا۔ اس نور کو شجر و حجر کوئی حجاب مانع نہیں جدھر دوڑاؤ اُدھر ہی جاتا ہے۔ دم شدہ پانی دوسرے روز کام کا نہیں رہتا۔ اس پانی میں اگر آٹا

کریں کہ ایک ایک پارہ صبح و شام کاٹ کر چیو کو کھلا دے تو اصلی مقصود ہے
[illegible] ہمیشہ دینی طلب کے توجہ کو اپنی دنیوی طلب سے نہ کرے کہ طریقت
میں یہ مقصد [illegible] اور [illegible] نہ ہوگا۔ حضرت من جس بات کا شک
ہو مجھ سے بیان فرما لیجئے کیونکہ ان باتوں کے لکھنے کی مجھے فرصت نہیں
[illegible] کے حق حضرت ملنے کو آؤں گا [illegible] ہوں گا۔ اور دعائے خیر
[illegible] اوقات خاص میں یاد کرکے قلب صافی سے اس حقیر کے اخلاص
کو بھی فراموش نہ فرماویں اور آپ کو اور فرزندان کو آپ کے اجازت عام ہے
جس کو حضرت مناسب اور لائق سمجھیں اجازت دیویں۔ اور اس اجازت
کی [illegible] آپ کو اختیار ہے کہ جیسے خیال منعقد ہیں کریں [illegible] طلب
[illegible] اجازت کو طلب کرتے ہیں اور طریقہ اس کا یہی ہے جو بعض اشغال نسبت
[illegible] بیان کر دیا تھا اور آپ نے بخوبی سمجھ لیا تھا پھر دنیا سارے کاری
[illegible] اختیار حاصل ہے۔ اللہ بس ماسوا ہوس۔

## مکتوب چوتھا

چوتھا [illegible] کے نام [illegible] آمال و آمانی
[illegible] حضرت عبدالستار شاہ کے ہاتھ بھیجا [illegible]
[illegible] روح پاک کے [illegible]
[illegible] کو بھیجا۔

اے میری جان میری روح رواں کی راحت اے اہلِ یقین کی آنکھوں کے نور سید ظہور محی الدین اللہ تعالیٰ تمہارے یقین کامل کو حق الیقین کے درجہ میں قائم رکھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں صدیقوں کے زمرہ میں حشر فرمائے۔ سلام مسنون اور دعا کے بعد (جو انشاء اللہ تعالیٰ قبولیت کے قریب ہے) تم کو معلوم اور واضح ہو کہ فقیر تادم تحریر خیریت سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ تم کو سلامت رکھے اور سجادۂ محمدیہ اور سرکارِ دو عالم کی سنت مبارک پر تم کو قائم رکھے۔۔ نہایت عجلت کے ساتھ لاہور میں، ظاہر و باطن کے شیخ حضرت مخدوم محمد طاہر فاروقی کے لاہور پہنچنے پر فوراً پہنچ جائیں۔ پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زندگی کا پیالہ بھر چکا ہو اور تم اس دلِ شکستہ کی صحبت سے، خیر و برکت جس سے وابستہ ہے محروم رہ جاؤ۔ اگرچہ کہ مجھ سے زیادہ میری والدہ ماجدہ، جو کہ حضرتِ مریم واسبہ کی طرح ہیں کی خدمت میں تم کو بے حد فیوض و برکات حاصل ہیں، لیکن اس مسکین کی ملاقات کو بھی (اپنی قیمتی زندگی کے لئے) لازمی اور ضروری سمجھ کر فوراً ہی لاہور تشریف لے آئیں، اس بات میں بھی، تمہارے انجام کار اور حالات کی بہتری کے فوائد شامل ہوں گے۔ اس حقیر نے عرس مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ۱۲ ربیع الاول شریف کو تھا اور، عرسِ حضرت اقدس کلام اللہ کے زبردست حافظ قبلۂ جہان وجہانیاں بندگی شیخ مخدوم محمد افضل، جو اس ماہ مبارک کی ۱۳ تاریخ کو تھا سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارک کی۔ آپ نے اِس

اس عاجز کو اپنی عبائے مبارک کے نیچے لے لیا۔ توقع اور اُمید ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظلِ مبارک اپنے سایہ میں اس مسکین کو ڈھانپ لیگا علاوہ ازیں میرے مرشد سید اہل اللہ نے بھی مراقبہ میں/خواب میں فرمایا کہ بلند مرتبہ صاحبزادہ کو مسند نشین کر کے فوراً چلے آؤ کیونکہ بعض اہم معاملات آپ کے تشریف لانے پر ہی موقوف ہیں۔ لہذا اطلاع کے لئے اصل واقعہ لکھا گیا ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم رہو وہی تمہارا نگہبان اور بہتر کارساز ہے۔ اللہ بس ماسوا ہوس۔ مرقوم و مورخہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۲۸۳ھ

حضور اقدس و اشرف اس تحریر کے بعد ایک مہینہ دو روز حیاتِ عنصری میں تشریف فرما رہے اور ۲۲ کو جمعرات کے روز ۱۲۸۳ھ میں اس فنا ہونے والی دُنیا سے اپنی زندگی کا سامان باندھ کر ہمیشہ رہنے والے عالم میں، صدیقوں کی مجلس اور اہلِ دل کے زُمرہ میں شامل ہو گئے۔ وان کے بزرگ اسرار سے اللہ ہم کو بھی پاک فرمائے۔

# مکتوب پنجم

پانچواں خط، جنابِ حضرتِ اعلیٰ کی خدمت میں، مولوی کریم الدین صاحب سب انسپکٹر مدراس نے، خانقاہِ عالیہ قادریہ کے اسرار جلی و خفی سے واقف مخلص مولانا مولوی برکت علی صاحب کے ذریعہ عرض داشت بھیجی تھی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونے کی عقلی دلیل تحریر فرمانی چاہیئے

(اس پر) اس عاجز کی معرفت (یہ خط) تحریر کیا گیا۔ اور بمقام گورداسپور، بتاریخ ۹ رجب ۱۳۲۲ھ بالمشافہ ان کو پہنچایا گیا۔

سعادت اطوار، بیدار بخت مقبولِ بارگاہِ ذوالمنن میرے نورِ چشم سید ظہور حسن اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ اس خاکِ پائے اہل اللہ مہر حسن قادری فاضلی (کی طرف سے) درازئ عمر کی دعا کے بعد واضح ہو کہ ـــــ برادر دلی مولوی برکت علی نے، ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں، مولوی کریم الدین صاحب سب انسپکٹر مدارس، کے ارشاد کے مطابق تحریر کیا۔ چونکہ مولوی کریم الدین صاحب گورداسپور میں، انسپکٹر صاحب بہادر کے ہمراہ دورہ پر آئینگے لہٰذا ان کو یہ دعا نامہ پڑھوا دیں۔ اور ایک نقل اس کی محرم اسرار دلی مولوی صاحب مولوی برکت علی کو کرتارپور روانہ کر دیں۔

ختم نبوت:۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا۔ اس طرح فوری سمجھ میں آجانے والی بات ہے ـــ اگرچہ کہ، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر جو کچھ بھی دلیلیں ہیں وہ آنحضرتؐ پر نبوت کے ختم ہو جانے کی قطعی دلیلیں ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ ماننے کے لائق اور مناسب ترین یہ بات ہے کہ ـ حضرت سیدنا آدمؑ کے زمانے سے لے کر سیدنا مسیحؑ کے زمانہ تک، سینکڑوں لوگ (بلکہ بیسیوں) بہت سے، "الٰہوں" کی پرستش کرتے تھے۔ اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام (ان تمام الٰہوں کو) اپنے توحید کے) ہاون میں کوٹ کر ایک اِلٰہ (کی پرستش کرنے کے لیے) مخلوق کو گرویدہ فرماتے تھے۔ لیکن تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کوشش کے باوجود۔ مسیح علیہ الصلوٰۃ

علیہ السلام تک پھر بھی تین خدا باقی رہ گئے تھے۔ جب ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف فرما ہو کر اس جہان کو اپنے مبارک قدموں سے شرف بخشا، تو آپ نے "توحید" یعنی توحید کو جو کہ تمام رسولوں کی رسالت کا انتہائی مقصد تھا (کی حقیقت کے متعلق اتنے عمدہ طریقے) بیان فرمایا۔ اور اپنی زندگی سے اللہ کی پروردگاری کو اس طرح چلا دی کہ قلم (اس کی تفصیل و توصیف) لکھنے سے عاجز ہے۔

(لہذا معلوم ہونا چاہیئے کہ اب) جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ، ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے بعد کرے گا (وہ) خدا کو آدھا (خدا یا) چوتھائی (رہنے) تو نہیں کہے گا؟ (یعنی تین کی بجائے از روئے توحید جب ایک خدا تسلیم کر لیا گیا تو اب کوئی دعویٰ کرے گا تو وہ ایک کو ایک سے زیادہ تو نہیں گھٹا سکتا یعنی آدھا یا پاؤ خدا نہیں ثابت کر سکتا) لا محالہ ایک ہی رہے گا، لہذا قیامت تک کے لئے (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) ثابت ہو گیا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کے اظہار میں "خاتم الانبیا" ہیں۔ اور تحقیق کرنے والوں پر یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ اگر ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے تو اللہ جل جلالہٗ کی توحید کا ایک شخص بھی قائل نہ ہوتا۔ لہذا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق سے (یعنی پیدائش سے) اللہ تعالیٰ کی توحید نے کاملیت حاصل کر لی۔

اور عبودیت، جس میں نبوت اور ولایت کا کمال مخفی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئی — اور تمام رسولوں

کے بھیجے جانے اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا تمام تر ما حصل (اور منشاء) توحید ہی کی تکمیل کرنا تھا۔ سو وہ تو ظاہر اور روشن ہو گئی۔ اور یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاکؐ سے اس طرح ظاہر و روشن ہوئی باید و شاید۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ نے کبھی بھی، اپنی نبوت کے لفظ کے ساتھ، کوئی اضافت، بیٹا ہونے یا باپ ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب نہیں فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ یہی فرمایا کہ "اِنِّیْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (میں اس کا عبد اور بھیجا ہوا ہوں) اگرچہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی مخلوق پر ماں اور باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک عورت بچہ گود میں لئے ہوئے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "هَلْ هٰذِهٖ طَارِحَةٌ وَلَدَهَا فِی النَّارِ" (کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند کرے گی؟) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ کبھی کوئی ماں اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرے گی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، یہ عورت جس طرح اپنے بچہ پر مہربان ہے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ تم پر مہربان ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ ہدایت جو انجیل شریف کے الفاظ کی مانند ہے۔ سوائے عبودیت کے کبھی کوئی تعلیم نہیں دی۔ پس ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید میں خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام رسولوں اور نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھیجنے کا انتہائی مقصد یہی ہے۔ حق تعالیٰ ہمکو اور تم کو اور تمام اہلِ اسلام کو آنحضرت

کے عقیدۂ ختم نبوت پر قائم۔ نیز مجھے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عقیدہ کی
موت اور حشر بھی اسی عقیدہ پر کرے الٰہی ، الملتمس ...
مورخہ ۹ ماہِ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ ۔ اور جناب ... مولوی ... صاحب
کی خدمت اقدس و عالی میں سلام مسنون ! اور مولوی کریم الدین صاحب کی
خدمت میں بھی سلام کے تحفے قبول ہوں ۔

# مکتوب ششم

چھٹا خط اس حقیر کے ذریعہ غلام احمد صاحب ساکن مسجد محمد جان
شہر امرتسر کے نام ، وظائف کے سلسلے میں بحکم حضرت جیو کو مطالبہ اور یہ
بھی ارشاد ہوا کہ سند (اجازت) اس فقیر راقم الحروف سے حاصل کریں
اسی دوران ایک واجب الاطاعت فرمان احقر کے نام پہنچا کہ " مولوی صاحب
کو تم سمجھا دو ۔

برخوردار ، سعادت اطوار ، بیدار بخت ، مقبول بارگاہ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، ظہور محی الدین ، نور دیدۂ اہل یقین اللہ تعالیٰ تمہیں
اپنی محبت اور حمایت میں قائم رکھے ۔ مسکین صاحبزادہ صاحب میر حسن شاہ
قادری فاضلی کی طرف سے ، دین اور دُنیا کے مقاصد میں کامرانی کی دعا اور
سید الکونین ؐ کے سلام کے تحفوں کے بعد ، صبح کو روشنی بخشنے والی آپ کی
رائے پر روشن ہو کہ مولوی غلام احمد سلمہ اللہ الصمد نے وظائف کی اجازت

کے سلسلے میں وضاحت چاہی تھی۔ اس لئے تم برخوردار کو لکھا جاتا ہے کہ ان کو (اس کی) نقل روانہ فرمادیں یا ان کو بلا کر خود سمجھا دیں بلکہ زیادہ بہتر یہی ہے۔

——— واضح ہو کہ خاندانِ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں ہر نماز کے بعد کلمہ تمجید پڑھنا ضروری ہے۔ سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ تینتیس بار۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ ۳۳۔ اور —

"وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" ۳۴ چونتیس بار۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" ایک بار۔ عَدَدَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ وَمِلْأَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ وَزِنَةَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ اس کے بعد سورۂ فاتحہ بسم اللہ الخ کی آخری میم کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے لام کے ساتھ ملا کر، نماز فجر کے بعد ۲۴ چوبیس مرتبہ ظہر کے بعد بائیس بار عصر کے بعد ۲۲ بائیس بار۔ بعد مغرب ۲۲ بائیس بار۔ عشاء کے بعد دس بار — اور آیات حارسات کا پڑھنا بھی ضروری ہے جو کہ ۳۳ تینتیس بار ہیں۔ صبح کی نماز اور مغرب کی نماز کے بعد ایک ایک بار پڑھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہیں ———

ابتدائے سورۂ بقرہ تا مُفْلِحُوْنَ ط آیۃ الکرسی تا خَالِدُوْنَ۔ آخر سورۂ بقرہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے کافرین تک سورۂ اعراف کی آیت، "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ" سے لے کر مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ط تک ——— آیت سورۂ بنی اسرائیل قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى سے لے کر، كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ط تک۔ ابتدائے سورۂ وَالصّٰٓفّٰتِ، مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ تک۔ آیت سورۂ رحمٰن، یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ سے تَنْتَصِرَانِ ط تک ——— آخر سورۂ حشر، هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ

وَالشَّہَادَۃِ سے وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ تک۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اِنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ سے شَطَطًا تک۔ اخلاص اوّل یعنی سورۃ کافرون۔ اخلاص ثانیہ مُعَوِّذَتَیْن۔ ابتدا سورۃ فاتحہ سے کرنی اور ان آیات کا ختم معوذتین پر فرما کر اپنے آپ پر اور ہر چہار طرف، تُف کر دیں۔ سفر میں مسافر پانچ وقت پڑھے۔ اور جو مقیم ہو، صبح و شام، حق تعالےٰ ان آیات کی برکت سے، ظاہری اور باطنی دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔

چیچک کے لئے سیاہ ریشم کے سات ڈوروں پر، جو ڈیڑھ ہاتھ لمبے ہوں سورۂ رحمٰن دم کریں۔ اور ہر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر ایک ایک گرہ دیں۔ اور بچے کے گلے میں (بطور گنڈا) لٹکائیں۔ چیچک سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیگا، اور اگر نکل آئی ہے تو شفا پائیگا۔

دیوانے کتے کے کاٹنے کے لئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٰہی بحرمۃ یَمْلِیْخَا وَمَکْسَلْمِیْنَا کَشْفُوْطَط تَبْیُوْنَس اَذَرْ فَطْیُوْنَس کَشَافَطْیُوْنَس یُوْنَس وَاسِمْ کَلْبِھِمْ قِطْمِیْر اط جس کو کتا کاٹے اس کو روبرو بٹھائیں اور سات نمازی آدمیوں کو، اس کے چاروں طرف دعائے مذکورہ کو قند سیاہ کی ڈلی پر سات مرتبہ پڑھکر دم کر کے سات آدمیوں کے ہاتھوں میں پھرا کر پھر اپنے ہاتھ میں لیں اور اس کو کھانے کے لئے دے دیں کہ ایک ڈلی ہر روز یا اسی وقت کھالے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر دیوانگی طاری نہیں ہوگی۔ یہ ہمارے پیران سلسلہ کا معمول ہے

اس وقت[1] ، فرق پور ضلع گجرات پنجاب میں ایک ہندو شخص اب بھی موجود ہے کہ اس کو بتیس سال ہو چکے ہیں اُس وقت سے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے شفا دی ہوئی ہے۔ اور بہت سے مسلمان بھی ایسے موجود ہیں غرضکہ جس وقت سے اس عاصی کو سند یعنی اجازت ملی ہے اس وقت سے ابتک قریب قریب سو آدمیوں کو فائدہ پہنچ چکا ہے۔ اور اگر کسی کو دیوانہ گیدڑ کاٹ لے تو اس کے لئے بھی یہی عمل فائدہ مند ہوگا۔

اور مار گزیدہ (یعنی سانپ کے کاٹے[2] کو، آیات شفا اکیس بار سورۃ فاتحہ اکتالیس بار پڑھ کر اول و آخر درود ایک ایک بار مذکورہ بالا طریقہ ہی سے، سات نمازی آدمی اور خود کے دم کئے ہوئے پانی کو پلاوے، (پہلے دم کرنے والے اور خود اسی دم کئے ہوئے پانی کو پئیں) اور باقی بچے ہوئے پانی کو اسے پلا دیں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کی اجازت سے، سانپ کے زہر سے کبھی نہیں مرے گا۔ اس وقت بھی بہت سے لوگ ایسے ۔ ضلع شاہ پور تھانہ میانہ گوندل میں موجود ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا طریقہ ہی سے اس فقیر سے پانی دم کرا کے پیا ہے اور تندرست ہو گئے ہیں۔ آہ! اور پیلا خطہ کرلو۔ ہی [illegible] کے لئے

[1] راقم الحروف کہتا ہے کہ [2] راقم الحروف کہتا ہے

حقیر کی اجازت سے ہر روز فجر کی سنتوں کے بعد "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" بسم اللہ کے ساتھ اسّی مرتبہ اور سورہ فاتحہ اتصال میم کے ساتھ یعنی بسم اللہ آخری میم کو الحمد کی لام سے ملا کر اکتالیس۴۱ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔ چالیس روز میں شفا ہو جائیگی ــــ اور اسم "یا مُغْنِیُ"، گیا سو گیارہ ۱۱۱۱ بار۔ سورۂ فاتحہ بسم اللہ کی آخری میم الحمد کے لام کے ساتھ ملا کر اکتالیس۴۱ بار۔ اور یا عَلِیُّ الکبیر اور دس ۱۱ بار۔ پھر "یا مُغْنِیُ" گیارہ سو گیارہ بار، تہجد کے بعد اور چراغ کی روشنی میں تہجد کا پڑھنا۔ اتنے فائدے پہنچاتا ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔

سورۂ مزمل تین مرتبہ یا گیارہ مرتبہ بعد مغرب اور آیت، "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا" تین مرتبہ اور "یَا وَکِیْلُ" چھیاسٹھ مرتبہ پڑھ کر سورت پوری کرے، اور فائدے دیکھے اور فجر کی نماز کے بعد قصیدہ غوثیہ جس کے کل چھبیس۲۵ شعر ہیں، تین بار پڑھیں۔ اور یہ شعر ؎

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ ؛ وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالِیْ

ستّر بار پڑھے۔ اور اول و آخر درود گیارہ مرتبہ، بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور تمام قصیدہ گیارہ مرتبہ نماز فجر کے بعد پڑھنا تسخیر خلق کا فائدہ دیتا ہے اور یہ شعر ؎

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشْنِ فَانِّیْ ؛ عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

ستّر بار پڑھے۔ چاند کی پندرہ۱۵ تاریخ سے شروع کرے، ایک چلہ نہیں گزرنے

دشمن ذلیل و خوار ہو جائیگا ـــــ لیکن قصیدۂ غوثیہ کا گیارہ سے زیادہ
بار پڑھنا دیوانگی اور ذلت کا سبب بن جاتا ہے ـ کیونکہ قرآنِ مجید اور
اسمائے حُسنیٰ سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے ـ اور فرقانِ حمید میں ہر چیز موجود ہے پس
اسی کو اپنا صبح و شام کا وظیفہ بنا لیں ـ پورے پورے غور و فکر کے ساتھ یک
پارے سے کم ہمارے پیرانِ طریقت کا معمول نہیں ـ اور تین ختم سے زیادہ بہتر
نہیں ہے ـــــ "خیرات القادریہ" کو یہ فقیر جمعہ کے دن ایک مرتبہ اور جمعرات
کے دن ایک مرتبہ پورا پڑھتا ہے ـ اور یہی بہتر ہے ـ
لیکن سجادہ نشین کو چاہیئے کہ پہلے گیارہ روز تک تمام صلوٰۃ کو دوبار
پڑھے ـ پھر ایک وِرد سے دوسرے وِرد تک پہنچے ـ اور دوسرے عزیز بھی
اسی طرح پڑھیں گے ـ

**کبریتِ احمر** کو تین مرتبہ ننگے سر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف منہ کر کے
تہجد کے بعد پڑھے اس فقیر کی اجازت سے حضور بالضرور
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضراتِ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم
اجمعین اور حضرت سلطان الاولیاء غوث الارض والسماء محبوبِ خدائے
اکبر سیدنا شیخ عبد القادر، برہان الاصفیاء کی پاک زیارت سے مشرف
ہوگا ـ اور گیارہ مرتبہ سے زیادہ بہتر نہیں ہوتا ـ

**درود شریف الف ہزارہ** ـ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ
کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ " عشاء کے بعد ایک سو یا تین سو
بار جمعرات کی رات اور جمعہ کے دن ہزار بار، پڑھنا ـ اور صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ

محمدؐ و آلہٖ وسلم" مغرب کے بعد ایک ہزار بار پڑھنے کی اس مسکین کی عادت ہے۔ اور اس میں بہت سے فائدے چھپے ہوئے ہیں۔

اور سورۂ کہف، سورۂ دخان اور سورۂ الٓمٓ سجدہ، بعد عشاء پڑھ کر پیرانِ عظام کی نذر دہدیہ کر کے سونا، ان حضرات کی زیارتوں سے مشرف کرتا ہے۔ اور سورۂ یٰسین صبح و شام اور عشاء ایک ایک بار۔ اور سورۃ واقعہ بھی اس کے ساتھ پڑھیں۔

اور حزب البحر یا اللہ سے آخر تک ایک سو بیس بار ہر روز چاند کے مہینے میں نئے چاند یعنی نوچندی چہار شنبہ سے جمعہ تک پڑھیں۔ پھر اعتصام اور اختتام ایک بار اور بعد صبح تین مرتبہ۔ بعد عصر تین مرتبہ پڑھنا ہوگا۔ اور اگر ہر روز ایک بار پڑھے تب بھی ایک سال میں نصاب تمام ہو جاتا ہے۔

اور دعائے سیفی کا پڑھنا وصل و قطع کے ساتھ مشکل کاموں کے حل میں بے نظیر ہے۔ اس کی زکوٰۃ ترک حیواناتِ جلالی و جمالی، اور روزہ اور اعتکاف کے ساتھ چالیس روز کی ہے۔ ہر روز درود شریف پہلے سو مرتبہ اور سیفی پڑھ چکنے کے بعد آخر میں سو مرتبہ اور حرز مبارک کے نصاب کی ادائیگی کے بعد شیر برنج پر فاتحہ کا تمام عمر کے لئے لازمی معمول سمجھ لو۔ چاند کے مہینے کے پہلے چہار شنبہ کو اعتکاف میں (حرز مبارک کے لئے) داخل ہوں، جس دن اعتکاف شروع کریں بیس آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کھانا کھلائیں۔ اور نصاب کی ادائیگی کے بعد بھی بیس فقرا کو کھانا دیں۔ جو فائدے کہ حرز یمانی پڑھنے والے کو

پہنچتے ہیں کسی عمل میں بھی اس عاجز کے ملاحظہ میں نہیں آئے ____ اور
حزب البحر کے نصاب کی ادائیگی کے وقت بھی شروع میں بھی اور آخرین بھی
پانچ فقیروں کو کھانا شیرینی کے ساتھ دیں۔ انشاء اللہ[1] بشرط صحت وعافیت
حزب البحر کی اور حرز یمانی کی اصل سند چھپوا کر تمام دوستوں کو ملاحظہ
کرایا جائیگا۔ علاوہ ازیں کبریت احمر۔ قصیدۂ غوثیہ بھی، اس خانقاہ کے
فقرا کے دستور کے مطابق طباعت کے لباس سے آراستہ کئے جائیں گے۔

اور اسمائے پاک پنجتن کا عمل بھی اس بزرگ و مقدس خاندان کے
پیرانِ عظام کا معمول ہے، جو تمام حاجتوں اور مشکلات کے حل کے لئے مفید ہے
یا اللہ سو بار۔ یا محمد پانسو بار یا فاطمہ پانسو بار۔ یا علی پانسو بار یا حسین
پانسو بار پھر یا اللہ سو بار۔ ان اسمائے پاک کی زکوٰۃ چالیس روز کی ہے
اس طرح کہ عشاء کے وقت نفلوں کے بعد اسمائے شریف مذکورۂ بالا اعداد
کے مطابق پڑھیں، چار رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور اس کا ثواب پنجتن
پاک کی ارواح پاک کو ھدیہ کریں۔ اس طرح چلّہ پورا کریں۔ ختم چلّہ کے بعد
ہر روز ایک ایک اسم کو سو سو بار مقررہ و مذکورہ وقت پر پڑھتے رہیں۔ پھر
نفل پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ضرورت در پیش ہو تو اسی
ضرورت کے خیال سے ان اسمائے پاک کو سو سو بار پڑھیں اللہ کے حکم سے ضرورت
پوری ہو جائیگی۔ لیکن چلّہ کے دوران ان اسماء کے ورد سے فارغ ہونے کے

---

[1] راقم الحروف لکھتا ہے۔

بعد صلوٰۃ جمعہ اور قرآن کی منزل اور خیراتِ قادریہ۔ یہ درود شریف ہو جائے
تک جیتی رہی ہو سکے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے قرب کے دروازے
اس طرح کھلتے جائیں گے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے نہ کسی کان سُنے ہونگے۔
اور اسم مبارک یا شیخ عبدالقادر شَیْئاً لِلّٰہ (خا کی پیش اور دال کے زیر
سے) (اور شیئاً کی ہمزہ کی زیر کی تنوین کے ساتھ) اس معنی کے ساتھ کہ
اے شیخ عبدالقادر خدا نے جو عطائیں آپ پر کی ہیں ان میں کچھ عنایت فرمائیے
اللہ تعالیٰ کی عظمت کے طفیل اور اس اسم کو پانسو بار، بعد فجر یا مغرب،
ندا کے لئے نہیں بلکہ صرف محبت سے اور غوثِ اعظم کے روضہ مبارک کے تصور
سے (اللہ تعالیٰ اُن سے اور ہم سے راضی ہو) پڑھنا جس کے اول و آخر
گیارہ گیارہ بار درود شریف بے اندازہ فائدوں کا سبب ہے۔

دنیا کی بھلائی اور فائدوں کے لئے ـــــ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ اَنَا الْفَقِیْرُ فَمَنْ یَّدْعُ الْفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِیَّ یَا رَبِّ
اَجِبْ یَا مُتَکَافِیْ ہر نماز کے بعد ستر بار پڑھیں۔ اور اسم اعظم "یَا بَاسِطُ"
کا پڑھنا دو ہزار ستر بار ہر روز۔ چالیس روز تک۔ پس سات ہزار دو سو بار
ہر روز فجر کے بعد پڑھنا مفید ہے۔ اور اسم اعظم اللہ الصمد اور یا سُبُّوح
ہمارے حضرات (قدس اللہ اسرارھم) سے دو طریقوں سے مروی ہے
چاند کی پہلی اتوار سے شروع کریں اسم مبارک اللّٰہُ الصَّمَدُ بیس ہزار مرتبہ
رات دن میں اور یا سُبُّوحُ ایک ہزار مرتبہ بعد عشاء۔ ترکِ حیواناتِ جلالی
و جمالی کرکے اور اعتکاف مسجد کے حجرے میں کریں۔ کیونکہ ہمارے طریقہ

قادریہ عالیہ فاضلیہ کے پیروں نے (قدسنا اللہ اسرارھم) ایسا اعتکاف جس میں نماز جماعت کے ساتھ میسر نہ آئے حرام سمجھا ہے۔ اور اوراد کا مسجد میں پڑھنا انتہا درجہ ممنوع ہے۔ حیوانات جلالی وجمالی کے متعلق پڑھو اور سمجھو کہ "الحیوانات" "وما یخرج منھا" سے مراد حیوانات کا گوشت ہے۔ اور جو چیز بھی ان جانوروں سے نکلتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ لہذا ہر قسم کا گوشت اور دودھ اور تمام وہ چیزیں جو دودھ سے بنتی ہیں جیسے دہی۔ لسی۔ مکھن اور گھی چمڑے کا جوتا۔ پیاز۔ مسور کی دال اور وہ تمام چیزیں جو بدبودار ہیں۔ لیکن روغن سیاہ (سرسوں کا تیل) چاول، ماش جو۔ کدو۔ شلغم اور لکڑی کے جوتے یعنی کھڑاؤں وغیرہ کے استعمال کی اجازت ہے۔ چلہ کے دوران گندم بھی مفید نہیں ہے۔ عورت سے نہ پکوائیں بہتر طریقہ یہ ہے کہ کوئی پرہیز گار آدمی جو باوضو ہو۔ آٹا وغیرہ گوندھے یا پسوائے۔ اور جاری یعنی بہتا ہوا پانی۔ وضو اور غسل وغیرہ کے لئے یا وضو ہو کر لائے اور استعمال کرے۔ پھر اعتکاف میں بیٹھے۔ اور لباس میں ایک چادر احرام کی طرح بہتر ہے۔ اگر سردی کا موسم ہو تو البتہ لحاف بھی رکھیں۔ لیکن سِلا ہوا لباس بہتر نہیں ہے۔ اور لباس یعنی چادر اپنی مزدوری سے بنائیں اور غذا میں کھانے پینے کی چیزیں بھی مزدوری ہی سے حاصل کریں اور فتوحات میں سے کوئی چیز نہ کھائے کیونکہ یہ اعمال کو فنا کر دیتی ہے۔ فقیروں یا متعلقین کو صدقہ دیں۔ سکوت یعنی خاموشی (دنیاوی گفتگو یا بے صرف باتیں) گوشہ تنہائی اپنے وقت کا

لازمہ سمجھے۔ سکوت اس طرح کہ سوائے وظائف اور نماز فرائض۔ اور نوافل اور ذکر۔ تلاوت قرآنِ پاک۔ درود شریف وغیرہ کے کوئی لفظ زبان پر نہ لائے مگر شدید ضرورت پڑنے پر۔ (اور اگر شدید ضرورت کی وجہ سے کوئی بات کرنی پڑ جائے تو) اس کے بعد رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِمَا حَقِّیْ پانسو مرتبہ پڑھے اور خلوت یعنی تنہائی اس انداز سے ہو کہ۔ سوائے نماز با جماعت کے لیے نہ نکلے) وہ بھی لفظ قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃ کے ساتھ (نماز با جماعت کے لئے مسجد میں) حاضر ہو جائے اور سلام کے بعد اپنے حجرے میں داخل ہو جائے ۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ۔ جامع مسجد کے حجرے میں اعتکاف کرے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے برقعہ اوڑھ کر جائے تاکہ کوئی شخص بھی اس کا چہرہ نہ دیکھنے پائے ہاں چلہ کے بعد منہ کھول سکتے ہیں) اور ظائف کے ختم ہونے کے بعد ـــــ ان ہی شرطوں کے ساتھ جو بیان کی گئی ہیں، ہر وظیفہ میں جو ادائے نصاب کے لیے کیا جائے۔ عمل فرماتے رہیں تو فائز المرام (یعنی اپنے مقاصد میں کامیاب) ہوں گے ـــ اور "مسبعات عشر" ہمیشہ سورج کے نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے پڑھنے اور حاجات کے لئے زوال آفتاب سے پہلے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

اور "اللہ الصمد" کی دوسری سند یہ ہے کہ بعد نماز فجر یا ضحٰی (یعنی چاشت) کے نفلوں کے بعد بارہ ہزار مرتبہ ورد کریں۔ اور یا بدوح اور نماز عشاء کے بعد ایک ہزار مرتبہ پڑھیں۔ شرائط کی چنداں ضرورت نہیں ـــ اور عشاء کے بعد یَا وَھَّابُ بیس ہزار بار اوّل و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف

کے ساتھ بہت عمدہ نتائج کا حامل ہے۔ اور خیر الوظائف اَقْوَمُہَا وَ اَدْوَمُہَا " (یعنی بہترین وظائف وہ ہیں جن پر پائداری اور پابندی سے قائم رہیں) ہیں۔ اور وظائف کا ہمیشہ پڑھنا خواہ کم ہوں لیکن ان کو ہمیشہ قائم رکھنا بہت سے وظائف پڑھنے سے بہتر ہے کہ جن پر ہمیشہ پابندی نہ کی جا سکے)۔ اور ایک جگہ معتبر حضرات کا قول میری نظر سے گزرا کہ " تارکِ الوِرد ملعون " (ورد کا ترک کرنے والا ملعون ہے، ورد کا ترک کرنے والا راندۂ درگاہِ الٰہ ہے۔ لہٰذا اوراد پر ہمیشہ پابندی سے قائم رہنا خواہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔ بہت سے اوراد سے جن پر پابندی سے قائم نہ رہیں، بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی محبت میں اس طرح گم کرے کہ ہمارا، کوئی نشان، کوئی دلیل، کوئی بیان اور ہمارا کوئی بیان باقی نہ رہے۔ " وھو الباقی والکل فانی " (اور وہی باقی ہے وہ اللہ ہے اور سب کچھ فنا ہونا ہے) تمام محبت کرنے والوں کی خدمت میں سلام قبول ہو۔

مورخہ پہلی صفر ۱۲۸۱ ہجری مقدس مَحَلّی۔

# مکتوب ہفتم

ساتواں خط بنام صاحبزادہ صاحب سیّد عبد القادر، فرزند ارجمند (طاب اللہ ثراہٗ وجعل اللہ مثواہٗ فی الجنۃ) بعض مسائل کی تشریح کے سلسلے میں لکھا گیا ہے۔

اپنے وجود میں نادر، برخوردار سید عبد القادر، (تمہیں چاہیے کہ) سُنت مُصطفوی کی پیروی میں حاضر رہ کر نورِ نبوی کو دیکھتے رہیں۔ منجانب فقیر اللہ تعالیٰ کے شرع و آئین کا پابند، ظہور محی الدین، دینِ متین کے طریقہ کے مطابق سلام کے بعد، تمہاری روشن رائے پر واضح ہو کہ تقلید کے سلسلہ میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا تھا (یعنی استفسار کیا تھا) اس کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے کہ)

اے عزیز تقلید سے مَفر نہیں ہے۔ یعنی تقلید ضروری ہے۔ اور ناچار ہر شخص تقلید پر مجبور ہے۔ ہمارے سرورؐ کا دین بلکہ تمام کے تمام دین تقلید پر قائم ہیں۔ اس خاندانِ عُلیا کے بزرگ جن کا سلسلہ سید بدیع الدین حنبلی تک پہنچتا ہے۔ جب وہ حضرتؓ ان مُلکوں میں تشریف لائے بنیادی اصول میں حنبلی اور فروعات (فقہی مسائل میں) میں انہوں نے حنفی مذہب اختیار فرمایا۔ لہٰذا ان بزرگوںؒ سے لے کر میرے ہادی، مُرشد اور قبلہ سیّد حسن (قدسنا اللہ باسرارہم) تک سبھی حنفی مذہب

پر رہے اور حنفی مذہب کے مقلد رہے۔ اور الحمد للہ یہ عاصی بھی تادم تحریر حنفی مذہب کا مقلد ہے۔ اصول میں بھی اور فروع میں بھی ـــــ تقلید کے لازمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ "خیر قرون" (بہترین دور) میں سب سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حکم الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقلد تھے (اور یہ بات اس حکم کے مطابق تھی کہ) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ("یعنی جس نے کہ اطاعت کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی") اور وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا " (اور جو کچھ بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس چیز سے کہ منع فرمادیں اُس سے رُک جاؤ) وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ (لازمی کرلو، اپنے آپ پر میرا طریقہ اور خلفائے راشدین کا طریقہ جو میرے بعد ہوں گے) اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ (میرے دوست آسمانی ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے)۔ لہٰذا تابعین نے صحابۂ کرامؓ سے دین حاصل کرنے والے) صحابۂ کرامؓ کی پیروی فرمائی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے تھے۔ اور تمام محدثین کی احادیث کی کتابیں جو اس زمانہ میں صحاح کے نام سے مشہور ہیں زمانہ سابقہ میں موجود تھیں اور زمانہ "خیر القرون" میں تمام آئمہ (تابعین) موجود تھے سوائے مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جو ان حضرات کے (یعنی امام ابو حنیفہ کے) شاگردوں میں سے تھے علیٰ ہذا القیاس جو

خیر القرون کے زمانہ میں انہیں قسمت سے [illegible]
(اس کی صحت) زمانے کی دوری کے ساتھ [illegible]
کیا معلوم ہو کہ صحاح کی موجودہ تمام [illegible]
وارد ہوتے ہیں۔ اور مجتہدین کے [illegible]
اماموں نے کتابوں میں درج فرمائی ہیں [illegible]
کے لحاظ سے) بہتر ہیں یا کم تر [illegible]
(جب بھی تحقیق کرنی ہو) اسے کسی [illegible]
جائے۔ مسائل کی تحقیق پر کس [illegible]
لیے تقلید فرض ہے لیکن [illegible]
بھی یہ مقام حاصل نہیں ہے کہ مسائل میں اجتہاد کریں [illegible] ان میں
میں مولوی شاہ ولی اللہ صاحب [illegible] محدث [illegible] دہلوی
قادری اپنی تمام ترویج المتعارف کے باوجود [illegible] اجتہاد کرنے کی
صلاحیت رکھتے تھے) حنفی مذہب کے [illegible] تھے۔ اب جو لوگ تقلید
کو چھوڑ کر تحقیق کی مسند پر بیٹھے ہیں [illegible] یہ لوگ اعتدال
(اور انصاف) کے راستے سے دور [illegible] ان کو کس طرح معلوم ہو گیا
کہ وہ تمام احادیث [illegible] صحاح [illegible] کو صحاح ستہ بھی
کہتے ہیں) جمع ہو گئی ہیں [illegible] ہو سکتا ہے کہ حنفی [illegible] دیگر
کی احادیث کو (بھی) [illegible] وہ زیادہ فوقیت رکھتی ہوں
(یعنی صحت میں بمقابلہ ان کے زیادہ صحیح ہوں) اس لیے کہ [illegible] زمانہ کی

وجہ سے صحاح مرتب کرنے والے صاحبان کی نظر سے اتنے راوی نہیں گزرے، جتنوں سے کہ جناب سیدنا ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کو سابقہ (اور واسطہ) پڑا تھا۔ اگر ان کی روایت ثقہ اور معتبر ہوتی تو حق یہ ہے کہ سراج امت اُن کی روایت کے خلاف روایت نہ فرماتے جناب ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی لاثانی تحقیق اور (قرن خیرالقرون) سے قریب تر ہونے کی بناء پر اِن کے مذہب کی تقلید نہ کرنا خصوصیت سے اہلِ دین ناکامی حاصل ہوگی اور اُن کے خلاف اُن کے مذہب کی تردید کرنا دونوں جہان کی ذِلت اٹھانا ہوگا۔ امام جعفر صادق وغیرہ جیسے بزرگ کہ اہلِ تشیع حضرات جن کے شیعہ (پیرو) ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان حضرات کی بھی روایات یہی ہیں جو ہمارے مذہب میں درج ہیں (محفوظ ہیں) اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ اُن ہستیوں پر تہمت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو آنحضرتؐ سے جِسمانی تعلق رکھنے والے سمجھتے تھے اور اگر یہ حضرات ہمارے امام کے مذہب کو آئین نبویؐ کے خلاف سمجھتے تو ملامت آتے۔ لہذا یہ بہترین طریقہ پر ثابت شدہ ہے کہ ہمارے امام اور ان کا اجتہاد ان حضرات کے قبول کرنے کے لائق تھا۔ (اس لئے کہ) اُن کا بھی یہی مذہب اور یہی مسلک تھا۔ کیونکہ اس میں کوئی اعتراض کا موقع اور کوئی (اختلافی) جھگڑا ان سے نہ تھا نہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ روایتیں "بیت الکذب" میں روایت کی گئی ہیں اور ثابت ہوا کہ یہی ان کے کذب کی دلیل ہے۔

الحمد اللہ علیٰ ذالک۔ پس اُن لوگوں پر جنھوں نے کہ اِس فقیر کے حق پرست ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، امامِ ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو (اُن کی تقلید کی توفیق) عطا فرمائے۔
اور جو کچھ "قبروں کی زیارت اور اہلِ قبور کے سننے کے متعلق تم نے پوچھا ہے تو، بزرگوں کی کتابیں (اس سے) بھری پڑی ہیں۔ لیکن جو کچھ کہ اس فقیر کی تحقیق میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا سُنت ہے۔ عوام الناس کے لیے عبرت حاصل کرنے اور خاص خاص لوگوں کو فیض حاصل کرنے کی غرض سے۔ اور عام اہلِ قبر کا سُننا ناممکن ہے۔ (یعنی قبروں میں جو عوام الناس میں سے ہیں اُن کا سُننا ممکن نہیں) لیکن حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام، اگر کوئی ان کی قبر پر صلواۃ وسلام عرض کرے تو وہ سُنتے ہیں۔ اور فاصلہ سے (درمیان میں ہو تو) صلواۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے ۔۔۔ "صحیح ابوداؤد" میں یہ روایت موجود ہے۔ "وکَیفَ نعرض صلواتنا علیک وقد ارمت یا محمدؐ" فقال صَلی اللّٰہ علیہ وَ الہٖ وَسلّمْ، انَّ اللّٰہَ حَرامَ اَجْسَادالانبیاء عَلَی الاَرضِ اَنْ تاءْ کُلُھا "یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اُس وقت) کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائیگا جبکہ آپؐ کی پاک ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ پس آپ نے ارشاد فرمایا بتحقیق اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاءؑ کے جسموں کو، حرام فرمایا ہے۔ لہذا زمین اِن کو نہیں کھائے گی۔ اس

ہوتا ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی (عنصری) زندگی ثابت
ہوتی ہے۔

صحابہؓ نے سوال کیا کہ "کیف تعرض صلواتنا علیک وقد رمت
یا محمد" فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فنبی اللہ حی یرزق" ــــ
کس طرح پیش کیا جائیگا ہمارا درود آپؐ کی جناب میں، جب آپؐ انتقال
فرما جائیں گے پس فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اللہ کا نبیؐ زندہ رہے گا
اور اس کو رزق دیا جائیگا (علاوہ ازیں) قرآن مجید و فرقان حمید میں،
شہیدوں کی زندگی ثابت ہے۔ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ
امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من
فضلہ" (اُن شہیدوں کے حق میں جو اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے ہیں
یہ شک نہ کرو کہ وہ مر گئے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک،
رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ خوش حال ہیں اُس چیز سے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ
اپنے فضل سے ان کو دیتا ہے) اور دوسری آیت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے
کہ ــــ "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن
لا تشعرون" (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں اُن کو مردہ
نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کا شعور اور خبر نہیں) چونکہ مقتول دو
قسم کے ہوتے ہیں ظاہری اور باطنی۔ یا جسمانی و رُوحانی۔ ان میں سے بھی
(ہر مقتول) دو قسم کا ہوتا ہے صرف شرط یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے
میں قتل کئے جائیں گے وہ اس نص (یعنی آیت) کا مصداق ہوں گے

اور جنگِ بدر کے شہیدوں کا سُننا حدیث سے ثابت ہے۔ باقی رہے
عام مُسلمان تو اللہ چاہے تو اُن کو سُنوا دے گا۔ اور اہلِ قبر سے درجہ اور
مرتبے کے مطابق فیض حاصل ہوتا ہے۔ اگر مُبتدی ہے تو قبر سے اس کو صرف
استعادہ حاصل ہونا ممکن ہے۔ اور اگر منتہی یعنی کامل ہو تو اُس کا
فیض خصُوصیت سے اہلِ قبور کو بھی بہت پہنچے گا ——— (ایک دفعہ کا
واقعہ ہے کہ) چنانچہ حضرت میرے والد ماجد اور میرے مُرشد گجرات کے
شہر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور آنجناب کی عادتِ مبارک یہ تھی کہ
اپنے مخلص لوگوں کے عرض کرنے پر عورتوں کو بھی بیعت فرماتے تھے،
جناب مولوی عبدالباقی صاحب نے مائی امت الخیر کریم بی بی کی نسبت
(اُن بی بی کو) بیعت کر لینے کی غرض سے عرضِ خدمت کیا۔ اور (وہ بی بی)
آپ کے فیض رساں قدموں کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی رحلت فرما گئیں
میرے قبلہ نے مولوی صاحب سے دریافت فرمایا کہ اُن کی قبر کہاں ہے؟
چونکہ بارش کی وجہ سے ان کی قبر (بہہ گئی تھی) اور کوئی نشان باقی نہیں
رہا تھا (اندازے سے) ایک قبر پر حضور کو لے گئے ایک ساعت کے بعد
ارشاد فرمایا کہ یہ امت الخیر کی قبر نہیں ہے۔ اس قبر والا تو قبر کے عذاب
میں مبتلا ہے! آؤ میں تم کو دوسرا نشان بتاؤں۔ وہاں سے اُٹھ کر
تقریباً بیس قدم کے فاصلہ پر جا کر فرمایا کہ یہ ہے اس کی قبر۔ اور وہ خوش و
خرم ہے اور وہ پہلی قبر والے کی رُوح پر عذاب تھا، الحمد للہ کہ اس نے
بھی (عذاب سے رہائی پاکر) آرام پا لیا ہے۔ لہٰذا جب تحقیق کی گئی تو

پتہ چلا کہ (ان بی بی کی) قبر وہی تھی جہاں حضرت تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ قبر ایک سود خوار شخص کی تھی ـــ پس معلوم ہوا کہ آں عالیجناب کی توجہ پاک سے اس قبر کا عذاب بھی اٹھا لیا گیا۔ (اس طرح کہ) اُسی رات اُس (عذاب پانے والے) شخص کی والدہ نے آں قبلۂ جہاں وجہانیاں کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ: "میں اپنے بیٹے کو ہمیشہ آگ میں دیکھتی تھی،" اور آج اس نے مجھے کہا کہ "آنحضرت کی دعائے مغفرت اور توجہ سے مجھے بڑی راحت ملی ہے۔ میں امیدوار ہوں کہ آنحضرت اس کی مغفرت کے لیے دوبارہ اس کے حق میں دُعا فرمائیں!! آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم ہمیشہ، تمام مسلمان مرد و اور عورتوں۔ زندوں اور مُردوں کے حق میں دعاء کرتے رہتے ہیں۔

ایصال ثواب کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ دریافت فرمایا ہے، اس کے متعلق معلوم ہو کہ اُمت کے تمام علماء میں اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کو مالی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ مسئلہ (علماء) اُم سعدؓ کی کنویں والی حدیث سے اخذ کرتے ہیں۔

امام ہمام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب میں (میت کو) مالی عبادت اور بدنی عبادت دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ چنانچہ "غالیۃ المواعظ" میں جو حنفی جماعت کے مُفتی ہوئے ہیں، سید نعمان جو کہ عراق عرب کے بے مثل فاضل اجلّ ہیں نے، بدنی عبادت کا ثواب پہنچنے کے سلسلہ میں، حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ اور "در مختار" جس کا حاشیہ ابن عابدین نے لکھا ہے۔ اس میں تحریر کیا گیا ہے کہ ـــ جو کوئی بھی مقبرہ (قبرستان) میں داخل ہو اور سورۂ یٰسین

(وہاں) پڑھے تو اس روز (وہاں کے) اہلِ قبور کے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے
اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے اور اس کا
ثواب (تمام) مرنے والوں کو بخشے تو اس قبرستان میں جتنے بھی لوگ دفن ہیں
اُن کی تعداد کے برابر ان کو ثواب دیا جاتا ہے —— اور شرح لباب
میں بیان کیا گیا ہے کہ۔ قرآن میں سے جس قدر بھی قرآن آسانی سے پڑھ
سکے پڑھے، سورۂ فاتحہ، سورۂ بقر کی ابتدائی آیتیں۔ آیۃ الکرسی۔
آمن الرسول، اور سورۂ یٰسین۔ تبارک الذی۔ سورۂ تکاثر۔
اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھے پڑھ کر کہے کہ اے خداوندا (جو کچھ میں
نے پڑھا ہے) اس کا ثواب فلاں فلاں کی روح کو پہنچا۔ ہمارے علماء
نے تحقیق کے ساتھ حج بدل کے لئے بھی تشریح وضاحت کے ساتھ فرمائی ہے
(کہ کوئی بھی کسی کے بدلے اپنے سوائے دوسرے کو بھی حج کا ثواب
بخش سکتا ہے) اور اپنے عمل کا ثواب بھی دوسرے کو دے سکتا ہے۔
یعنی نماز۔ روزہ۔ صدقہ وغیرہ کا —— بلکہ زیادہ اچھا یہ ہے کہ جو شخص
بھی ثواب پہنچانا چاہے وہ نیت کرے کہ (اس کا ثواب) تمام مومنین
اور مومنات کو پہنچے۔ کیونکہ سب کو ثواب برابر، برابر پہنچتا ہے اس میں
کوئی کمی اور نقص نہیں ہوتا لیکن شافعی حضرات، نماز اور تلاوت کا ثواب
پہنچنے کے بالکل منکر ہیں۔ اسی طرح معتزلہ فرقے کے لوگ بھی، اور یہ "وَاَنْ
لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" کی آیت کو (اپنی دلیل بنا کر) انکار کرتے
ہیں —— اور ہمارے آئمہ فرماتے ہیں کہ۔ ہر انسان کے لئے ہر کام میں کوشش

کرنا (دوسرے انسان کے لئے) بے حد فائدے پہنچاتا ہے۔ اور چونکہ یہ توسلہ وفات پائے ہوئے لوگوں کو ایصال ثواب کا ہے۔ اس سے زندوں کی خصوصیت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی۔ کیونکہ، مرنے والوں سے کوشش نہیں ہو سکتی (یعنی وہ عبادت و ریاضت یا دیگر نیک کاموں کو اب نہیں کر سکتے) اس لئے اگر کوئی زندہ آدمی، مُردے کے لیے ثواب کا تحفہ بھیجے تو یہ دوسری بات ہے۔

حافظ ابن قیم کی "کتاب روح" میں لکھا ہے کہ، علماء نے اس بارے میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے کہ، زندوں کو (بھی) ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایسا کیا ہے کہ تمام اپنے اعمال کا ثواب تمام اہلِ اسلام کو ہدیہ کیا۔ کیونکہ حضرت امام احمد ابن حنبل نے فرمایا ہے کہ:۔ "اَفْعَلُ الْخَیْرَ اَجْعَلُ نِصْفَهُ لِاَبِیْهِ وَاُمِّهٖ" (میں جب کوئی نیکی کرتا ہوں تو اس نیکی کا آدھا ثواب اپنے باپ اور اپنی ماں کی نذر کرتا ہوں) ـــــ اور عبادت گزار لوگوں کی اور عالموں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ "ہم اپنی عبادتوں کا ثواب، تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دیتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے خالی ہاتھ مفلس کی طرح ملیں گے ـــــ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زندہ کو بھی ثواب پہنچتا ہے ـــ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ راہِ راست نصیب فرمائے۔

# مکتوب ہشتم

آٹھواں خط :۔ بنام محبِّ نادر میاں غلام قادر فرقپوری۔ کو عراق عرب سے واپسی کے بعد ماہ رجب ۱۳۰۷ھ میں لکھا گیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ کی زرّیں رائے پر روشن ہو کر فقیر بغداد شریف سے بخیر وعافیت اپنے کاشانے پہنچ گیا ہے۔ اور اپنے محبت کرنے والوں میں خوش وقتی کے ساتھ ہے اللہ سبحانہ' وتعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی محبت میں ایسا وارفتہ کرے کہ سوائے اس کے کچھ بھی باقی نہ رہے۔ اگرچہ کہ بغداد شریف کے سفر میں جو کچھ تحفے ملے ان کے متعلق تحریر کر دیا گیا اب کچھ حضرت نواب سندھ میر علی مراد کی ملاقات کے بارے میں اظہار کر رہا ہوں، سیدان مثانیاں "باڈی گارڈ" کے عہدہ پر اس بلند دربار میں ملازم تھے۔ اس خاکسار کو ان کی خدمت میں عرض کر کے پہنچایا۔ اس علم دوست نے مجھ سے پوچھا کہ "ثار" کے کیا معنی ہیں؟ اس عاجز نے عرض کیا کہ "عوض خون" یعنی خون کا بدلہ۔ پھر سوال کیا کہ جناب کا طریقہ (مسلک ومشرب) کیا ہے؟ عاجز نے بیان کیا کہ "مصطفویہ"۔ پھر پوچھا کس امام کی اولاد سے ہو؟ عرض کیا حسن مجتبیٰ۔ پھر پوچھا کہ حضرت کے کون سے فرزند سے تعلق ہے؟ عرض کیا حسن مثنیٰ اسی درمیان ایک شخص نے کہا یہ صاحب اہلِ سنت وجماعت کے اکابر میں سے شاہ جیلان رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ حضرت میر نے اس کا

بات پر توجہ نہ کی اور کہا کہ ، یہ اہلِ علم ہیں ان سے علمی سوال کرو۔ پس اُن میں
سے ایک نے سوال کیا کہ " خلیفۂ اوّل نے فاطمہؑ کا حق غصب کیا یا نہیں ؟
اور فاطمہؑ نے اُن سے ناراضگی ہی کی حالت میں اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا؟
اور بخاری میں یہ بات موجود ہے کہ — فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ وَلَمْ تَتَکَلَّمْ حَتّٰی مَاتَتْ"
(لہٰذا ناخوش ہوئیں فاطمہؑ اور ان سے کلام نہ فرمایا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں)
میں نے عرض کیا کہ مجھ مسکین کو اس معاملے میں دخل دینے کا حق نہیں پہنچتا ۔
میں کسی کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جاؤں گا۔ ہر شخص قبر اور حشر میں اپنے
اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا۔ جتنی کہ کسی کی بُرائی کی جائے بہتر یہ ہے کہ
اس کے حق میں کلمہ خیر کہا جائے —— اُس شخص نے (اس جواب سے) یہ سمجھا
کہ جواب دینے والا علم کی دولت نہیں رکھتا۔ لہٰذا میں نے التماس کیا کہ —
حق بات پہنچانے کا حق ادا کرنے کے لئے صرف اتنا عرض کروں گا کہ —
"ابو بکرؓ کا غصب کیا ہوا" علیؓ نے اپنے عہد میں (زمانہ خلافت میں) حسنینؑ کو جو کہ
فاطمہؑ کے وارث تھے واپس کر کے اُن کی (حسنینؑ کی) رضامندی حاصل
کر لی تھی، یا نہیں ؟ اپنے مذہب کی کتاب میں دکھاؤ۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ہماری
کتابوں میں سے کوئی بات نکال کر دکھاؤ ؟ اور اگر واپس نہیں کیا گیا ہو تو۔
پس سیدنا علیؓ بھی غاصبین کے زمرہ میں ہیں ؟ کیونکہ اپنی خلافت اور اقتدار
کے زمانے میں حق دار کا حق نہیں پہنچایا۔ حالانکہ ورثہ کے اعتبار سے، ترکہ
میں سیدہؑ چوتھائی کی حقدار تھیں نہ کہ کُل کی ؟ پھر سارا غصب شدہ اپنی
تحویل میں کیوں رکھا ؟ مجلس پر سکوت چھا گیا — دوبارہ میں نے التماس

کہ ... علم غیب عطا ہوا نہیں۔ وہ ان لوگوں نے فرمایا کہ جو کبھی نبیؐ کے بیٹے
ہیں ... اور کہا کسی بھی (کسی حال میں بھی) نائب نبیؐ ولیؑ کو جھوٹ جائز
ہے (اور اگر جائز ہے تو کہاں تک اور کس قدر؟) اور کس مدت تک؟
انہوں نے فرمایا کہ نائب نبیؐ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ اور معصومیت
اس کے لیے لازمی ہے۔ (یعنی اس کو معصوم ہونا ضروری ہے) میں
نے عرض کیا کہ۔ اس عاصی کے مسلک میں سوائے انبیاءؑ کے کسی اور کو
معصومیت حاصل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ بھی مغفور ہیں
(بخشے ہوئے) معصوم نہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ سے جسمانی تعلق
رکھنے والے بھی (فرض کرلو) اگر تم ان کو معصوم بھی سمجھتے ہو اور
کذب (جھوٹ) بھی ان کے لیے جائز نہیں سمجھتے ہو تو پھر (یہ بتاؤ
کہ) حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے بارے میں علیؓ نے کیا فرمایا تھا۔
(یہی نا کہ) قاتلوں کی تلاش جاری ہے، جس وقت بھی وہ ظاہر
ہو جائیں گے میں ان کو سزا دوں گا؟ اور اگر علم غیب رکھتے تو
پھر کیوں معلوم نہیں کرلیا کہ فلاں قاتل ہے؟ اور اگر علم غیب
ان کو نہیں تھا اور حضرت علیؓ ان کو (حضرت عثمانؓ) اس قتل کا
سزاوار ہی سمجھتے تھے تو کس لیے صاف صاف نہیں فرما دیا کہ وہ
غاصب تھا لہذا اپنی سزا کو پہنچا، کس لیے اپنی پاک زبان کو جھوٹ
سے آلودہ کیا؟ (ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں) اور محمد بن ابوبکرؓ
جس نے کہ حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑ لی تھی جناب یعنی حضرت علیؓ

کو معلوم تھا ۔ پھر اُس کو اِس توہین کی سزا نہیں دی ؟ (حضرت علیؑ کی اپنی شہادت تک) یہاں تک کہ شہادت تک بھی عثمانؓ کے قاتل دریافت نہیں ہوئے ؟ کیا عقل (اس بات کو) یقین کرسکتی ہے کہ، ایک شخص جو جماعت کا امام ہو اور گھر میں قتل ہوجائے (نہ کہ میدان جنگ میں) اور ان کے قاتل کا سالہا سال تک اس کے جانشین کو پتہ نہ لگے ؟ اور ہزاروں صحابہؓ نے اس معاملہ میں حضرت علیؑ سے الگ ہوکر اور مقتول (عثمانؓ) کے خُون کا بدلہ چاہنے والوں سے مِل کر، اپنے سروں کو قربان کر دیا ؟ (انتہا یہ کہ) آخرکار خود حضرت علیؑ کا سر بھی اپنے اُسی برادر پر فدا ہوگیا ؟

فی الجملہ اگر آپ کو علمِ غیب تھا تو تحقیقات کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ اور اگر نہیں تھا اور دل میں ان کی طرف سے (یعنی عثمانؓ کی طرف سے) غُبار رکھتا تو معاذ اللہ سالہا سال تک جھوٹ سے کام لیا کہ" تلاش کرنے میں مصروف ہوں ۔ جب بھی تلاش کرلوں گا ان کو سزا دونگا ؟ کیوں نہ فرمادیا کہ عثمانؓ اپنی سزا کو پہنچ گئے ، اُن کے خُون کا بدلہ کسی پر واجب نہ تھا ؟ اس سوال پر مجلس بہت برہم ہوئی لیکن میرا ایسا شخص ہے جس نے کہ اس فقیر کے سامنے بارہا ارشاد کیا کہ، "کون کہتا ہے کہ میں شیعہ ہوں ؟ میں حق کا طالب ہوں حق سے محبت رکھنے والا ہوں اور حق کی تحقیق کرنے والا ہوں ۔ اور حق بات یہ ہے کہ بے مثال امیروں کے طبقہ میں سے وہ علم دوست اور خداشناس ہے۔

فیض رسانی ہیں اس کے نزدیک مسلمان۔ یہود، اور آتش پرست سب برابر ہیں۔ اس کے بعد سے آج تک فقیر سے پھر کسی نے سوال نہیں کیا تو کون ہے؟ اس سرکار کی مہربانی ہے کہ محض اللہ کے واسطے اور آل رسولؐ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کی نیت سے، چار سو روپیہ خلعت کے ساتھ عنایت فرماتا ہے۔ اور وہ شخص "صوفی وجودی ہے"۔ حضرت شیخ سچلؒ سے جو کہ عظیم الشان قادری خاندان علیہ سے ہیں، نسبت رکھتا ہے۔ اور یوسف خلیفہ میاں صاحب جن کا ذکر ہو چکا ہے کا ہم صحبت ہے۔ صاحب مذاق اور اہل عرفان ہے۔ انجام کے بہتر طریقہ پر خاتمہ کی ہر شخص کے لئے یہ مسکین دعا کرتا رہتا ہے اللہ قبول فرمائے۔ یہ میر کی ملاقات کا واقعہ تھا جو لکھا گیا:۔

# نسبتِ کبریتِ احمر

کبریت احمر کے بارے میں دوسری سند یہ ہے کہ۔ اول و آخر اس دعا کو تین بار یا سات بار پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ یَا مُوْنِسِیْ فِیْ وَحْدَتِیْ وَیَا صَاحِبِیْ فِیْ شِدَّتِیْ یَا عَظِیْمُ الْخَطَرِ وَیَا اِلٰہَ الْبَشَرِ یَا لَطِیْفُ یَا اَللّٰہُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ یَا جَارَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَّیَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّیَا مُیَسِّرَ کُلِّ عَسِیْرٍ وَّیَا کَبِیْرُ کُلِّ کَبِیْرٍ وَّیَا مَنْ لَّا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَیَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِیْرِ وَیَا عِصْمَتَ الْخَائِفِ

يَا مُغْنِيَ الْبَائِسِ الْفَقِيرِ وَ يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيرِ وَ يَا
الْمُنِيرِ وَيَا رَاحِمَ الطِّفْلِ الصَّغِيرِ وَ قَاهِرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ
سُبْحَانَ مَنْ لَا يَفْنَى اَبَدًا نُوْرُهُ سُبْحَانَ مَنْ اَشْرَقَ
بِهٖ كُلَّ ظُلْمَةٍ بِضَوْءِ نُوْرِهٖ سُبْحَانَ مَنْ يَقْدِرُ اَنْ يُغَيِّرَهُ سُبْحَانَ مَنْ
اَشْرَقَ كُلَّ ظُلْمَةٍ بِضَوْءِ نُوْرِهٖ سُبْحَانَ مَنْ يَقْدِرُ اَنْ يُغَيِّرَهُ سُبْحَانَ
مَنْ يَقْدِرُ بِقُدْرَتِهٖ سُبْحَانَ مَنْ اَوَّلُهُ عِلْمٌ آخِرُهُ حِلْمٌ سُبْحَانَ
مَنْ لَا اَوَّلَ لَهُ وَلَا آخِرَ لَهُ سُبْحَانَ مَنْ لَا يَبِيْدُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ حَلِيْمٌ
لَا يَعْجَلُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ حَفِيْظٌ لَا تَغْفُلُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ جَوَادٌ لَا
يَبْخَلُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَائِمٌ لَمْ يَزَلْ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ رَفِيْعٌ
الْعَالِيْ سُبْحَانَ الْجَوَادِ الْكَرِيْمِ الْبَاعِثِ الْوَارِثِ سُبْحَانَ الرَّءُوْفِ
رَحِيْمٍ يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ اَنْ اِجْعَلْنِيْ مِمَّا اَنَا فِيْهِ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَ
هَيِّئْ لِيْ مِنْ اَمْرِيْ رَشَدًا يَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ يَا قَرِيْبًا غَيْرَ
بَعِيْدٍ وَّيَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ وَيَا عَالِمَ السِّرِّ وَالْخَفِيَّاتِ وَيَا كَاشِفَ
الضُّرِّ وَالْبَلِيَّاتِ وَيَا غَافِرَ الذَّنْبِ وَالْخَطِيَّاتِ وَارْحَمْنِيْ وَاغْفِرْ لِيْ
الذَّنْبَ وَالْخَطِيْئَةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا
ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥ اور اس مقام پر وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ مِن
مرتبہ پڑھیں اَللّٰهُمَّ يَا خَالِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ اِلَيْهِ مَعَادُهٗ

اَخْلِقْنِیْ بِاَخْلَاقِ الْمَحْبَّۃِ الْمُتَصِفَۃِ بِھَا اَوْلِیَآءِکَ وَخَواصِ
اَصْفِیَاءِکَ ہ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ ۔ تا ۔ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسیٰ تین مرتبہ وَعَلیٰ
سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحْیِ الدِّیْنِ سَیِّدْ عَبْدَ الْقَادِرِ اَلْاَمِیْنِ الْمَلِکِیْنِ تین مرتبہ
پڑھیں اور صَلَوٰۃً نَحْنُ بِھَا اَحَقُّ ہ سے آخر صلوٰۃ تک تین مرتبہ پھر دعائے مذکور
تین مرتبہ پڑھیں ۔ اور تمام درود میں تین بار پڑھیں ۔ اور حضرت مولیناو
بالفصل اولینا غوث علی شاہ پانی پتی سے کبریت احمر کے بارے میں یہی سند
ہے کہ رمضان کے مہینے میں سو مرتبہ پڑھیں اُس کے بعد ہر روز صبح کے بعد
ایک بار وظیفہ مقرر کرلے ۔ اوّل و آخر ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ
الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ گیارہ مرتبہ پڑھیں ۔ اور تہجد
میں سورۂ یوسف ایک بار پڑھیں ۔ اور جو سند کہ اوپر لکھی گئی ہے سینہ
بسینہ حضرت والد ماجد سے سیدنا الشیخ تک پہنچی ہے ۔ اس خاندان کی
عام سند عقیدۂ قادریہ کے ساتھ اس کو پڑھنے کی ہے ۔ لیکن اس دعا کے
ساتھ پڑھنا بے حد فائدہ مند ہوتا ہے ۔ مگر خاص اجازت ہے ۔ ہر شخص کو
پڑھنا ضروری ہوگا ۔ اس لئے اِس فقیر یا اس فقیر کے جانشین سے سند حاصل کر
تو اس کے فائدوں کو دین اور دُنیا دونوں میں دیکھے گا ۔ اور یہ بھی واضح رہے
کہ اس نسخۂ ارشاد میں جو کچھ تحریر کیا جاتا ہے عین اِس فقیر کا تجربہ کردہ ہے
لیکن خاص خاص اسناد میں اجازت لینا ضروری ہے ورنہ بجائے فائدہ کے
اُلٹا نقصان سے سابقہ پڑے گا ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ہر حال میں
حامی اور مددگار رہے ۔

# مکتوبِ نہم

نواں خط :۔ بنام نادر الوجود فرزندِ ارجمند سید عبدالقادر ۱۲۹۹ھجری میں حج کو روانگی کے وقت جبل پور سے لکھا گیا۔

بعد دعائے برخورداری آپ کی مبارک رائے پر روشن ہو کہ یہ فقیر میرٹھ سے اپنے مشفق چچا میر عبدالحق قادری کی زیارتِ بابرکت کے بعد خیر و عافیت سے چھتاری پہنچا۔ اور اپنے شیخ صحبت مولانا غوث علی شاہ پانی پتی کی خدمت میں دس دن کے اندر قرآن کا ختم کر کے رمضان کی پندرہ تاریخ کو چھتاری میں وارد ہوا۔ محمود خاں صاحب نواب و رئیسِ قصبۂ ہذا سے ملاقات کی۔ یہ بے مثل رئیسوں میں سے ہیں۔ بڑی تواضع کی کنور عبدالعلی خانصاحب جو ان کے فرزند ہیں، انہوں نے بھی بے حد خلوص کا مظاہرہ کیا۔ لیکن چونکہ فقیر کا دل اُچاٹ ہو چکا تھا اس لئے عید کے بعد ہی بمبئی روانہ ہو گیا۔ دہلی میں مولوی نذیر الحسین سے ملاقات ہوئی اور دیگر علمائے دین کی زیارت کی۔ ان میں سے ہر ایک نبیؐ کے دینِ متین کا چراغ ہے — آج چونکہ ۵ شوال کو آپ کا گرامی نامہ، داخلِ سلسلہ کرنے کی اجازت طلبی اور مٹیا برج شریف میں پیرانِ عظام کے عُرسوں کی تاریخ وغیرہ سے متعلق استفسار کے سلسلہ میں پہنچا۔ اللہ کے فضل و احسان سے ۷ شوال کو جواب لکھا جا رہا ہے۔

اگرچہ اس عاجز نے آج تک کسی شخص کو بھی داخلِ سلسلہ کرنے کی
اجازت نہیں دی ہے۔ مگر چونکہ فقیر کا ارادہ حج کا ہے۔ جانے واپس آنے تک
اس نے اجازت دے دی ہے کہ جو لوگ کہ اللہ کے راستے کے طالب ہوں
خانقاہ میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں آپ اُن کو داخلِ سلسلہ
فرما کر راہ کا راستہ دکھائیں۔

عرسوں کے سلسلے میں واضح ہو کہ حضرت اقدسِ اعلیٰ عرش آشیانی
زبدۂ آلِ حمید زین و زمن حضرت سیدنا محسن الجیلی کی تاریخ یکم جمادی الاوّل
ہے چونکہ خرقِ عادات اور ان حضرات کی کرامتیں (بے شمار ہیں) اس لئے
اس خط میں اُن سب کو تحریر کرنے کی گنجائش نہیں لیکن "مشتے نمونہ از
خروارے" (کھلیان کے ڈھیر میں سے ایک مٹھی) نمونے کے طور پر مختصر لکھا
جاتا ہے۔

ایک دن جبکہ "حضرت الیشان" قدسنا اللہ اسرارہ سوجانپور تشریف
فرما تھے اس شہر کے شیخوں پر انجینئر اسپالنگ صاحب نے دعویٰ دائر
کر رکھا تھا۔ اور حکام وقت شیخوں کے خلاف ہو رہے تھے (اس سلسلے
میں) جب شیخ جیون صاحب رئیس مرحوم نے حاضر ہو کر عرض کی تو آپ نے
ارشاد فرمایا کہ "خدا حافظ ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے شیخوں کو کامیابی اور فتح
عطا فرمائی۔ اور اب بھی انہیں میں سے شیخ عزیزالدین صاحب جو شیخ صاحب
مذکور مرحوم کے بھتیجے ہیں اور میونسپلٹی کے وائس پریذیڈنٹ ہیں، نیز
اس فقیر سے بیعت ہیں۔ یہ صاحب بھی اپنے باپ اور چچا کی طرح اپنے

گھرانے میں صاحب خیر و برکت ہیں۔ شیخ صاحب جیون مرحوم کے گھر میں یا شیخ غلام فرید کی والدہ صاحبہ (یعنی رئیس سوجانپور کی والدہ صاحبہ) مرگی کی بیماری میں مبتلا تھیں۔ حضرت نے مرض کو سلب کر کے صحت کے لئے دعا فرمائی۔ اب تک بفضلہٖ موجود ہیں کہ چھتیس ۳۶ سال سے پھر مرگی کا دورہ نہ پڑا۔ ورنہ دن رات میں ایک دفعہ دورہ پڑتا تھا ـــــ کاتب الحروف شیخ صاحب عزیز الدین کی پہلی شادی میں حضرت اقدس و اعلیٰ کے ہمراہ تھا کہ دانتوں میں اس قدر شدید درد اُٹھا کہ نوالہ ہاتھ سے گر پڑا۔ لقمہ نگلنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت الشیان قدسنا اللہ اسرارہٗ نے فرمایا کہ اب زندگی بھر تمہارے دانت درد نہیں کریں گے۔ آؤ دیکھو کہ بفضلہٖ جوانوں کی طرح دانت مضبوط ہیں چھتیس ۳۶ سال میں پھر کبھی دانتوں کا درد نہیں ہوا ـــــ مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم غلام احمد کا باپ جو کہ اپنے باپ دادا سمیت اس خاندان عالی شان سے عقیدت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے بھائی نے مرنے کے وقت فقیر کو طلب کر کے فقیر کے ہاتھ پر توبہ کی۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں آ کر التماس کی کہ "میرا چھوٹا لڑکا یعنی مرزا غلام احمد سیالکوٹ میں ملازم ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے کاروبار کے لئے اس کو بلا کر مقدمات میں اپنا مختار عام کر دوں حضرت نے جو حکم فرمایا بڑے مرزا صاحب نے وہی کیا ـــ ایک دن حضرت کی خدمت میں مرزا غلام احمد صاحب حاضر ہوئے، حضور الشیان نے فرمایا کہ "سنت و جماعت کے عقیدہ پر ثابت قدم رہنا۔ اپنے نفس اور خواہشات کا غلام نہ ہو جانا۔ ان کے جانے کے بعد

حافظ عبدالوہاب جو یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے، اور آنحضرت کے شاگرد اور مرید خاص بھی تھے، نے عرض کیا کہ۔ آپ نے ہدایت فرمادی!! ارشاد فرمایا کہ تھوڑی مدت کے بعد اس کا دماغ خراب ہوجائیگا ہوسکتا ہے کہ یہ شخص (اللہ کی پناہ) رسالت کا مدعی ہوجائے (معراج السالکین کے نسخہ میں، اپنے الہامات میں حضرت نے تحریر فرمایا تھا) کہ میں الہامِ ربانی سے لکھ رہا ہوں کہ "قادیان میں شیطان کا سینگ" ظاہر ہوگا "(یعنی شیطان کا فتنہ) اور نبوت کا دعویٰ کرے گا" سبحان اللہ حقیقتًبیس سال بعد اس الہام کا ظہور ہوا۔ کہ مرزا صاحب "مسیح موعود" ہونے کے مدعی بن گئے نیز ان ہی صاحب کے بھائی، "نائب لال بیگ" ہونے کے مدعی ہوگئے۔ اور اپنا راستہ سید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کے خلاف ظاہر کیا۔ خدا اپنی پناہ میں رکھے۔

میرے جدامجد کا عرس مبارک گیارہویں شب دسویں جمادی الاول کو ہوتا ہے۔ اور ان حضرت کے الہامات ہیں جن کو اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت فرمایا، اور وصیت فرمائی اسلام پر قائم رہنے کی۔ (اور اس کی اشاعت کی) اور آپ نے اللہ جل جلالہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ آپ کی ذاتِ پاک کس چیز سے راضی ہوتی ہے اور کس چیز سے ناخوش (اللہ نے) ارشاد فرمایا کہ میری ناراضگی شرک پر ہے۔ اگرچہ وہ رائی کے دانہ برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اور میری رضامندی قرآن پڑھنے میں

نے دریافت کیا تو اس نے ظاہر کر دیا۔ چند روز گزرنے کے بعد حضور کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ حضرتِ ایشان نے فرمایا کہ خداوند جل شانہٗ نے تم کو نجات بخشی
وہ چاہتا تھا کہ اپنی رہائی اور نجات کا سارا حال عرض کرے کہ "حضرت ہی کے
تصرف اور برکت سے میں نے نجات پائی ہے۔" آنحضرت نے فرمایا کہ بابا بعض
کی صورت باز سے ماتی ہے، تم کو معلوم ہے کہ فقیر کبھی بھی خانقاہ خصوصاً
اس حجرے سے سوائے دینی ضرورت کے باہر نہیں گیا یہاں تک کہ لاہور بھی
میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ دیکھو تصرف یہ ہوتا ہے۔ کہ لاہور کے قید خانہ
میں سے جو سکھوں کی نگرانی میں قید تھا آناً فاناً میں سو میل سے پاؤں پر
پاؤں رکھوا کر آنکھیں بند کرا کے پہنچا دیا کہ ہوا کو بھی اس کام کی طاقت
نہیں۔ اگرچہ اسی قسم کے تصرفات اور اس سے بھی زیادہ اُمت محمدیؐ
کے ولیوں کے لئے آسان اور ممکن ہیں۔ لیکن صرف مختصر طور پر نمونے کے
لئے بیان کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں بغیر نبوت کے لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔
دیکھو "حکمائے اشراقین" اپنے شاگردوں کو پانسو میل کے فاصلہ پر سبق دیتے
تھے (ایک ہمارے) علمائے ربانی جو سرورِ عالمؐ کی اُمت سے ہیں کہ اپنی کم ہمتی
کی وجہ سے صرف الفاظ وحروف پر ہی قانع ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ کمر ہمت باندھ
کر کوشش نہیں کرتے، ورنہ ہزاروں ہزار اشراقی ان کے تصرفات پر قربان
ہو جائیں۔ اگر اپنے دل کو ماسوا اللہ کے زنگ سے صاف کریں۔ دیکھو "جنہوں
نے بویا انہوں نے کاٹا" جو لوگ محض زبانی جمع خرچ کو برابر کر لیتے ہیں (کھیتی)
کاٹنے کے دن بھی ان کو زبانی ہی جمع خرچ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سمجھا

بالکل وہی قصہ جو قرآن مبارک کے سورۂ مریمؑ میں تھا، پڑھا۔ اس کے بعد میں نے کہا قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں! انہوں نے فرمایا، وہ کس طرح، میں نے بیان کیا کہ "عبداللہ و رسولہٗ" (حضرت مسیحؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں) انہوں نے کہا۔ ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) فرمائیے۔ ان سے میں نے دریافت کیا "ابن اللہ" (بیٹا) کیوں ہے؟ فرمایا کہ، وہ باپ نہیں رکھتے تھے۔ میں نے بیان کیا کہ، حضرت سیدنا آدمؑ باپ اور ماں دونوں نہیں رکھتے تھے، اس اعتبار سے تو وہ بڑے بیٹے ہو گئے؟ انہوں نے کہا جب تک مسیحؑ کی بنوت پر ایمان نہیں لایا جائیگا، اس شخص کا کفارہ قبول نہیں کیا جائیگا، ہمارے مذہب میں اُس کا اسلام صحیح نہیں۔ اُن سے میں نے، "بنوت اور کفارہ" کے بارے میں پوچھا کہ، مسیح پر ایمان رکھنے والے، اور اُن کا انکار کرنے والے، سب خدا کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ (میں نے کہا) چونکہ مسیحؑ اُس کے بیٹے ہوں گے تو بلاشبہ، تمام مخلوق کے حق میں، اپنے باپ کی منشاء کے مطابق اپنے باپ (اور مخلوق کے) خیر خواہ ہوں گے؟ اور تمام مخلوق مسیحی اور غیر مسیحی) سب کی طرف سے "کفارہ" بھی ہو گیا ہو گا؟ کیونکہ خدا نے تمام مخلوق کو اپنی ذاتی محبت سے پیدا فرمایا ہے۔ تو اس کا لڑکا جو کہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" (بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے) کی مصداق کس لئے (حضرت مسیحؑ) کسی کو دشمن سمجھیں گے؟ اور اگر فقط مسیحیوں (عیسائیوں) ہی کا کفارہ ہوا ہے تو پھر وہ، اُس خدا کا بیٹا نہیں جس نے کہ عالم کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ

بھی باقی تمام رسولوں کی طرح صرف اپنے ہی معتقد لوگوں کی شفاعت
کرنے والے ہوں گے؟ اور چونکہ باقی تمام انبیاء نے اپنے آپ کو اس
کی بندگی میں گم کر دیا ہے۔ لہذا مسیحؑ بھی، مقام بندگی میں ہوں گے؟
اور کفارہ بھی اپنے ہی معتقد لوگوں کا ہوئے ہوں گے؟ اور ان
کا "کفارہ" ہونا تمام گناہگاروں کے لئے فائدہ بخش نہیں ہو سکتا؟
جیسے کہ ہمارے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اپنے امت کے
بڑے بڑے گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے؟ اسی طرح
سیدنا مسیحؑ بھی اپنی امت کے لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے؟
اس لحاظ سے تو ظاہر ہے کہ وہ "عبداللہ" (اللہ کے بندے) معلوم
ہوتے ہیں نہ کہ "ابن عبداللہ" (اللہ کے بیٹے) پھر انہوں نے کہا کہ۔
مسیحی مذہب میں جو کوئی ایمان لاتا ہے خدا سے زیادہ قریب ہو جاتا
ہے۔ پھر میں نے ایک دائرے میں مرکز سے گزرتے ہوئے خطوط کھینچے
اور ان سے دریافت کیا کہ۔ یہ تمام خطوط جو دائرہ کے مرکز تک پہنچتے
ہیں۔ ان میں سے کون سا خط مرکز کے زیادہ قریب ہے؟ بتاؤ۔ اس
نے کہا کہ کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ۔ مرکز ذات تسلیم کی جائیگی۔
اور دائرہ کے تمام خطوط تمام انبیاء کے طریقے اور مذہب ہیں۔ اور تمام
خطوط سیدھے میں مرکز کے فاصلہ تک پہنچتے ہیں تو پھر کس لئے محمدی مذہب
کو چھوڑ کر مسیحؑ پر ایمان لایا جائے؟ کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں؟ حالانکہ
دائرے میں، اپنے خط کو چھوڑنا اور دوسرے خط پر چلنا، (اس کے لئے)

دو فاصلے طے کرنے ضروری ہوں گے؟ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو، اور اس خیال سے ہم مسکینوں کے پاس کبھی نہ آنا۔ ہم تو اس ماہ رُخ کے مارے ہوئے ہیں، کہ تمام جہان کے حسین جس کے نظارے سے حیران و ششدر رہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق، تمام انبیا علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر اجمالاً ہمارا ایمان ہے۔ تم لوگ (صرف ایک ہی نبی کی) نبوت پر ہی تکیہ کئے ہوئے ہو۔ اس بات کو عقل کے خلاف سمجھا گیا ہے کیونکہ، ہمارا خدا نہ تو کسی سے پیدا ہوا ہے نہ ہی اُس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ وہی کافروں مسلمانوں اور اسلام و کفر کا خالق ہے ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں ؛ وحدہٗ لا شریک لہٗ گویاں

(کفر اور اسلام دونوں وحدہٗ لا شریک لہٗ کہتے ہوئے اسی کے راستے پر دوڑ رہے ہیں) بس یہی ایک عجیب واقعہ تھا جو عرض کر دیا گیا (امید کہ دعائے خیر سے خاکسار کو فراموش نہیں کریں گے۔ "وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی" (ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو)

---

# مکتوبات یازدہم

گیارہواں خط :۔ بخدمت برادرِ طریقت حضرت مولوی محمد صدیق اسسٹنٹ انجینئر علاقہ، آپ کا ایمان اور یقین ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے۔ اس مسکین تابع دین نازمین سید ظہور محی الدین عرف سید ظہور حسن قادری فاضلی، سجادہ نشین، کی طرف

سے سنتِ اسلام کے مطابق سلام کے بعد، آپ کی زرّین رائے پر روشن ہو کہ
آپ نے صلوٰۃ وسلام کی نسبت دریافت فرمایا ہے، اپنی تحقیق کے مطابق
آپ کی جناب میں عرض ہے کہ بعض لوگوں نے تو "سلام" کو "صلوٰۃ (درود)
کی طرح صرف انبیاء علیہم السلام ہی کے لئے خاص رکھا ہے۔ اور مستقل طور پر
غیر انبیاء کے لئے مکروہ تنزیہی سمجھا ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے "روضہ" میں فرمایا
ہے کہ۔ بعض "سلام" کو عام پر جائز رکھتے ہیں اور تمام اُمت کے صلحا (صالح
لوگوں) کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ "صاحب اصول شاشی" جو اہل اصول
کے اکابرین میں سے ایک ہیں اس میں فرمایا ہے۔ وَالسلامُ عَلیٰ اَبی حَنِیفَہ
وَاحبَابِہ" (ابو حنیفہ اور ان کے احباب پر سلام ہو) اور "غایت التحقیق"
کے مؤلف جو اس کے شارح (تشریح کرنے والے) ہیں نے کہا کہ "صلوٰۃ وسلام"
کا صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہونا بحث طلب ہے۔ اس لئے کہ، کتاب و
سُنت سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ غیر انبیاء پر بھی "صلوٰۃ سلام" کے جائز ہونے
پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ قصداً ہو یا بطور اتباع ہو۔ لیکن کتاب اللہ میں،
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان بائیسویں ۲۲ سپارے میں ہے کہ۔ "ھُوَ الَّذِی
یُصَلِّی عَلَیکُم وَمَلَائِکَتُہٗ لِیُخرِجَکُم مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ وَصَلِّ
عَلَیھِم اِنَّ صَلوٰتَکَ سَکَنٌ لَّھُم (وہ، وہ ذات ہے کہ تم پر صلوٰۃ بھیجتی
ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے آئے)
(اور صلوٰۃ بھیج اُن پر تحقیق کہ تیری صلوٰۃ تسکین ہے اُن کے لئے) اور
سُنت میں ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ۔

اللھم صلِّ علیٰ آلِ اَبی اَدفیٰ" (اللہ صلوات بھیج آل ابی ادفی پر) اور معقول یعنی عقل کے مطابق بھی اس لئے ہے کہ "صلوٰۃ کے معنی دُعاء کے ہیں۔ اور دُعاء غیر انبیاء کے حق میں صحیح ہے۔ اور اس لائق ہے کہ شریعت میں بھی درست ہو۔ دعا سلام کے لفظ کے ساتھ بھی جائز ہے۔ اور اس بات میں کوئی خطرہ نہیں کہ بغیر معنی کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ محمد دہدار نے جو اہل تحقیق کے اکابر میں سے ہیں "تعلیقات" کی "فصل الخطاب" میں کہا ہے کہ، یہ بات حقیقت سے بعید نہیں ہے کیونکہ علماء کے اتفاق کی بنیاد پر "صلوٰۃ" کا انبیاء کے ساتھ خاص کرنا زیادہ اچھا اور زیادہ بہتر ہے اور چونکہ کلام مجید میں "اصحاب اخیار" رضوان اللہ علیہم کے لئے لفظ "رضوان" بار بار استعمال ہوا ہے پس اقتباس کے طور پر رضی اللہ عنہم کہنا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن آل پاک پر تبعاً جائز ہے۔

اور لفظ آل صحابہؓ اور امہات المومنین" پر شامل ہے اور یہ جو اہل رفض، حسنؓ حسینؓ اور فاطمہؓ اور علی علیہ السلام کہتے ہیں اہل سنت وجماعت کے نزدیک لاطائل محض ہے۔ لہذا لفظ رضی اللہ عنہم ان پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ اصحاب کے زمرے میں یہ لوگ بھی ہیں۔ اگر صلوٰۃ وسلام عام ہے تو تمام مومنین کے لئے جائز ہے تو پھر آل اور اصحاب کی خصوصیت کیا ہے۔ اور لفظ "مُسلمان مِنّا اَهلِ بَیْت" (مسلمان ہمارا اہل بیت ہے) کی حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ آل کا لفظ عام ہے صحابہ وغیرہ سب کے لئے۔ اس میں حسنؓ حسینؓ، فاطمہؓ، اور علیؓ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس قرانی آیت کا سیاق (پچھلا ملنے والا مضمون) یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ

عَلَیْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ" ذکور یعنی مردوں پر دلالت کرتا ہے۔
اور اگر عورتوں پر بھی اس کا اطلاق مانا جائے تو "امہات المومنین" کی نسبت
ہوگا نہ کہ مذکورہ بالا چار ہستیاں کیونکہ آیت کا سیاق "امہات المومنین"
پر دلیل ہے۔ اور ان چار کا ذکر تو اس جگہ تو کجا تمام قرآن میں نہیں۔ اور
واضح ہو کہ تفسیر احمدی میں موجود ہے کہ لفظِ "پنجتن" رافضیوں کے
اختراع ہے۔ اور ان پر علیہم الصلوٰۃ وسلام اور صحابہ پر رضوان اللہ
کہنا اُن کے یہاں ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس طرح گویا ان کو صحابہؓ سے
زیادہ بلند جانتا ہے۔ حالانکہ دین کی کوئی خدمت، حضرتِ صدیق رضؓ و
فاروق رضؓ و ذی النورین کے جیسی ان لوگوں سے ظہور میں نہیں آئی صرف
رافضی ہی زمین کے قصہ کو آسمان پر پہنچاتے ہیں۔ ان باتوں سے صرف
اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ہاتھ پر
بیعت نہ کرنے کے لئے اپنا سر دے دیا جس طرح کوئی شاعر کہتا ہے
؎ "سر داد نہ داد دست در دستِ یزید" (سر دے دیا لیکن یزید کے
ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا) اور اپنے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے
فعل کے خلاف کیا، جنہوں نے "رافضیوں کے خیال کے مطابق تین غاصب
و فاسق شخص کہ دنیا میں ان سے بڑھ کر ان کے جیسا گنہگار نہیں ہے"
ان تین شخصوں سے بیعت کر لی۔ اور حضرت (حسین رضؓ) نے ایک شخص
کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے اس سے اسلام کی کون سی خدمت ظاہر ہوتی
ہے؟ بلکہ اسلام کی جو خدمت صدیق اکبر رضؓ اور فاروق اعظم رضؓ کے

دَور میں ظاہر ہوئی تھی اور دین متین نبویؐ کو جو ترقی حاصل ہوئی تھی سیدنا علیؓ کے عہد میں خاک میں مل گئی؟ اور ترقی کی بجائے اس قسم کا زوال رونما ہوا کہ سینکڑوں صحابہ کرامؓ کا خونِ ناحق ہوا جوان کے شک کے مطابق "قاتلان سیدنا عثمانؓ حضرت علی مرتضیٰؓ کے لشکر میں تھے۔ نے شہادت کا شربت پیا؟ اور بنفس نفیس مبارک خود بھی سیدنا عثمانؓ کے عوض راہی دار البقاء ہوئے۔ اور آنحضرت (یعنی حضرت علیؓ) کے بعد خلافت اُن کے گھر میں صرف چھ ماہ قائم رہی؟ اور پھر سیدنا معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور صحابہؓ و تابعینؒ جو موجود رہ گئے تھے ان کی بیعت (حضرت معاویہ سے) ثابت ہے۔ مسلکِ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں، خدمت (دین) سے غرض ہے صرف خدا کے واسطے۔ خدارا انصاف کر کے غور کی نظر سے، اصحاب ثلاثہؓ جو ہمارے عقیدے سے صحابہ کرامؓ ہیں، اور رافضی جن کو اہلِ بیت شمار کرتے ہیں، ان کی اور صحابہ کرامؓ کی خدمات کا موازنہ کریں اور دیکھیں۔ رہ گیا، اُن کا نواسہ ہونا تو ہم پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تحقیق کہ تم میں سب سے زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو خدا سے ڈرنے والا ہے) اور اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ تمام بے حد اتقی (ڈرنے والے) اور وَرِع (زاہد پرہیزگار) تھے۔ اور لفظِ "کل تقی و نقی فھو آلی" کی مصداق (ہر خوف کرنے والا خدا سے اور شرک و کفر اور افعالِ ناشائستہ سے اپنے آپ کو صاف رکھنے والا میری آل سے ہے) اور کیوں نہ ہو کہ خلق جب

"عیالِ خدا" اور سب کی سب رسولِ خدا کی اُمت ہے۔ کیا اطاعت کرنے والا اور کیا نافرمان و گنہگار، اور تمام مخلوق کے لیے سرورِ کائنات مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے ان کو رحمۃ اللعالمین کا خطاب دیا ہے۔ تو پھر کس طرح کسی کو خاص کیا جا سکتا ہے؟ ہمارا خدا "ربُّ العالمین اور ہمارے محمدؐ تمام عالموں کے لیے رحمت ہوں اور صلوٰۃ و سلام" کو مخصوص فرمادیں؟ صرف اپنے لیے اور اپنی اُمت کے مومنوں کے لیے نہیں؟ حالانکہ خدا نے عام کر دیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ "قُل لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" (فرمادیجیے اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تم سے اس رہنمائی کا کوئی صلہ تم سے طلب نہیں کرتا سوائے قرابت داروں سے دوستی کے) غور فرمایئے اگر کسی خاص شخص کی خصوصیت ہوتی تو، اُن کا نام لینا اُس کے لیے ناممکن نہیں تھا۔ چونکہ "ذی القربیٰ" آپ کے تمام اُمتی تھے اس لیے کسی کو خاص نہیں فرمایا بلکہ اس میں ہدایت کر دی کہ تم سب کے سب آپس میں ایک دوسرے سے دوستی کرو، تاکہ دین کی جڑ مضبوط ہو جائے ؎

زاتفاقِ مگس شہد می شود پیدا ٭ خدا چہ چیز عجائب در اتفاق نہاد

(شہد کی مکھیوں کے اتفاق سے شہد پیدا ہوتا ہے۔ خدا نے کیسی عجیب چیز اتفاق میں رکھی ہے) اور یہی قرابت داروں کی محبت تم سے میں چاہتا ہوں، تاکہ بغض تم میں داخل نہ ہو۔ اور دین کا کام معطل نہ ہو جائے اور جو کچھ ذَالقربیٰ محمدی کے متعلق کہتے ہیں کہ خاص خاص لوگ ہیں یہ

بچی بھی نہیں، ان میں وہ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا صلوٰۃ وسلام تمام اہلِ اسلام کے لئے جائز ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں کے احکام کا عام ہونا مدِنظر رہے۔ اور رسالت کی انتہائی وجہ اور اس کا، رحمتہ اللعالمین میں ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بخوبی ظاہر ہے نہ کہ رحمت کا چند خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہونا۔ اور یہ فقیر "آلِ عبا" کی رسالت کی بزرگی کا منکر نہیں ہے بلکہ (جو اس شرف کا قائل نہ ہو اس کو) کافر سمجھتا ہے۔ صرف یہ فقیر صلوٰۃ وسلام کو عام کہتا ہے۔ اور اس سے دین نبوی کی خدمت مقصود ہے۔ بات تو یہ دیکھنے کی ہے کہ صحابۂ ثلثہ رضی نے دین کی خدمت میں کیا ظاہر فرمایا (یعنی کتنی خدمت کی) اور حسین رضی سے کیا ظاہر ہوا (کیا خدمات انجام پائیں) یہ نہیں کہ فقیر ان بزرگانِ دین کی بندگی کا قائل نہیں، حاشا کلا۔ بہترین بات یہی ہے کہ رسول خدا کے صحابہ رضی کو پیشوا اور دین کے امام سمجھنا چاہیے، اور صلوٰۃ کو عام سمجھنا چاہیے، نص قرآنی کی رُو سے۔

اور جو کچھ زیارت قبور کے متعلق استفسار فرمایا ہے۔ تو اس کے متعلق یہ کہ قبروں پر جانا اور ان کی مستقل یا مسلسل زیارت کے لئے اہتمام کرکے جانا ممنوع تو نہیں ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔ "لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا ثَلٰثَۃَ مَسَاجِدَ" (یعنی) افضلیت کی نیت سے صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کا اہتمام کرنا بہتر ہے، باقی اور مساجد کے لئے ضروری نہیں (جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں ثواب زیادہ ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ، اُن تین مسجدوں کے بعد تمام مسجدوں کا درجہ برابر ہے۔ مسجد حرام

میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔ اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد اقصیٰ جو کہ شام میں ہے پچیس ۲۵ ہزار نمازوں کا ثواب ہے۔ باقی مسجدوں میں بحیثیت مسجد نماز باجماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ویسے کسی مسجد کو دوسری مسجد پر کوئی تفضیلت نہیں ہے۔ اور قبروں کی زیارت کرنا سُنت ہے، اس حدیث میں منع نہیں کیا گیا۔ صرف سمجھنے کی غلطی ہے۔ اس لئے معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض نسبت رکھنے والے اور خاندان میں مرید ہونے والے اپنے ناقص خیال میں اپنے شیخوں یعنی پیروں کو حاجت روا سمجھ بیٹھتے ہیں صریحاً غلط ہے۔ یہ لوگ باطنی یعنی روحانی طبیب ہیں، ظاہری طبیبوں کی طرح، ان میں سے ہر ایک، طبابت کا حق ادا کرنے میں لاثانی ہے۔ لہٰذا ان پر جان اور مال قربان کر کے ان کو راضی کرنا بہت ضروری ہے تاکہ باطنی روحانی امراض سے ان کی عجیب و غریب دواؤں کی برکت سے شفا حاصل ہو۔ یہ نہیں کہ یہ حاجت روا ہیں۔ البتہ ہر مرض کی دوا جانتے ہیں، شفا خدا سے مانگو اور ان دواؤں کو اپنے تجربہ میں لا کر اُمید رکھو کہ ہر مرض سے شفا پا لو گے۔ ان کو ہرگز ہرگز بھی مرادوں کا پورا کرنے والا نہ سمجھ لینا۔ لیکن اگر کسی شخص سے "قربِ نوافل" کی وجہ سے کوئی ایسا فعل واقع ہو جائے جس کو خرقِ عادت سمجھا جائے تو ان سے اعتقاد رکھنا بہت ضروری ہے اور ان کا انکار، تباہی کا پیش خیمہ۔ ہر وقت اور ہر آن، خدا کو ہی حاجت روا جاننا اور اس کو حاضر و ناظر سمجھنا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہو کہ اہلِ قبور جو کہ ابرار ہیں (یعنی نیک لوگ یا اولیاء اللہ) کی روحوں کا تعلق علّیّین (جنت کے بلند مقامات) سے ہوتا ہے اور فاجر (بدکار) لوگوں کی رُوحیں سجّین (دوزخ

کی وادی میں ہوتی ہیں۔ اگر ابرار، سجین میں رہنے والوں کی طرح، جو کہ فجار ہیں۔ ان کی روحیں سجین میں قید ہیں۔ ان کو ان کے عزیزوں میں سے کسی کی خبر نہ پہنچتا یعنی ابرار کی روحیں بھی قید ہوں فجار کی طرح تو پھر ابرار اور فجار میں کیا فرق رہا وہ بھی نیم قیدی اور یہ بھی۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ ابرار ذات کی بلندیوں کے مقامات میں ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنے عزیزوں میں سے ہر محب کو پہچانتے ہیں۔ اور فیضانِ الٰہی، ہر طالب کو اس کی استعداد کے مطابق پہنچانے کے قابل ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کے اندر میوے کھاتے ہیں اور یہ لوگ زندہ ہیں اپنی جسمانی حیات سے اور روحی زندگی سے۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے عہد میں، کسی شخص نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ کے پاؤں کے انگوٹھے پر کدال ماری۔ یہ شخص نہر کی زمین کھود رہا تھا۔ اور اس کے علم میں نہ تھا کہ یہاں کوئی انسان دفن ہے۔ اس انگوٹھے سے خون جاری ہوا۔ یہ خبر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو پہنچائی گئی۔ وہ حاضر ہوئے اور پہچان کر آنحضرت ؐ کے جسم مبارک کو باہر نکال کر دوسری جگہ دفن کر کے اس پر ایک بلند گنبد بنوا دیا جو اب تک مقام بدر میں شہر مدینہ مطہرہ میں مخلوق کی زیارت گاہ ہے۔ واضح ہو کہ اولیاء اللہ کی روحوں کا فیض، جن کا ٹھکانہ علیین ہے اس دنیا میں ان کے مریدوں اور احباب کو پہنچتا ہے۔ پس اپنے شیخ کی وفات کے بعد اگر کامل سمجھ کر بیعت کی جائے تو دوسری جگہ بیعت کرنا شیخ کو اپنے پر ناراض کرنا ہے بلکہ اسی بیعت پر

مضبوطی اور استقلال سے قائم رہے۔ تاکہ حق کے انوار کا پرتو اسی حقیقی ناودان (پرنالہ) کے ذریعہ اس پر نازل ہوگا۔ لہذا تسلی کے ساتھ اپنی روح کو اس شیخ کی روح سے اتنا متحد اور متصل کرے کہ، دل قیامت تک منور ہو جائے اللہ جل شانہ تم کو اور ہم کو اپنی محبت نصیب کرے اور ہر بلا سے محفوظ رکھے بحق نون وصاد۔

# مکتوب دوازدہم [۱۲]

بارھواں خط:۔ بنام محب واثق غلام صادق، رجب کے مہینے میں، ۱۲۹۹ھ ہجری کو ایک شخص کے جو مسلمان تھا رند ہو جانے کے سلسلہ میں تحریر کیا گیا۔

برخوردار محب واثق غلام صادق اللہ تمہاری عمر دراز کرے، سلام مسنون کے روشن تحفہ کے ارسال کے بعد واضح ہو کہ، وہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو تم کو اور جملہ اس خاندان عالیہ قادریہ فاضلیہ کے محبت کرنے والوں کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے زمرہ میں زندہ رکھے اور اس پر ہمارا حشر ہو۔ (آمین) ایک شخص کے مرتد ہو جانے کا جو قصہ تم نے لکھا تھا نظر سے گزرا میں نے چاہا کہ تم کو کما حقہ آگاہ کر دوں، کہ کسی شخص کے اس دین سے پھر جانے سے اِس دین کو کوئی نقصان

نہیں تو جب عیسائی یہودی مسلمان ہو جائے تب بھی اس میں کوئی ترقی
یعنی زیادتی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دین اسلام ہے۔ آیت۔ اِنَّ الدِّیْنَ
عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" (تحقیق خدا کے نزدیک دین، اسلام ہے، خاص
کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ دین اسلام کے بعد دوسرا دین نجات کے قابل
نہیں ہے۔ اور خدا اسی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے راضی ہے
"وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ
مِنَ الْخٰسِرِیْنَ" (جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتا ہے
اپنی نجات کے لیے حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری
کے بعد تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے
والوں میں سے ہوگا) اور آیت ہے کہ۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ط (اور اگر
اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو پرورش کرنے والا چاہتا تو اللہ تمام
آدمیوں کو جماعت واحد پیدا کرتا۔ یہ تو ہمیشہ اختلاف میں مبتلا رہینگے۔
ہاں وہ شخص جس پر کہ آپ کا رب رحم کرے اختلاف سے چھٹکارا پالے گا۔
اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کا گرویدہ ہو جائے گا۔) اور
ایک آیت ہے کہ۔ اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ
تَظَاهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ط" (اگر توبہ کرلو اے حفصہ رض وعائشہ رض
اور لوٹ آؤ خدا کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دل

کے آزار کا سبب نہ بنو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا پس تحقیق کہ تم دونوں کے پیغمبرؐ کے رازوں کی حفاظت نہیں کرتے ہیں اور اگر تم پیغمبر اسلام کے مقدس دل کے آزار دینے میں یکدل ہو جاؤ تو تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کا مددگار ہے۔ ان کی مدد کرے گا۔ جبریل امین ان کے ساتھی ہیں اور امداد کرنے والے اور نیک مومن اور ان کی پیروی کرنے والے اور ان کے مددگار رہیں۔) اس سے مراد تمام صحابہ ہیں اور ایک قول کے مطابق صدیقؓ و فاروقؓ ہیں جو بالترتیب عائشہؓ اور حفصہؓ کے والد ہیں اور یہ آنحضرتؐ کے مددگار تھے ایسے کہ آنحضرتؐ کی خوشی کو اپنی اولاد کی خوشی پر ترجیح دیتے تھے اور تمام فرشتے زمین و آسمان کے اس کے باوجود کہ خدا، جبریل اور صحابہ ان کے یار و مددگار اور ان کی مدد کے لیے ان کے پشت پناہ تھے۔ ان آیات کے لحاظ سے دیکھو کہ جب آپؐ کا خدا، جبریل اور تمام نیک مومن بندے اور تمام فرشتے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی مدد اور حفاظت کرتے ہیں تو کسی احمق اور کودن کے مرتد ہو جانے سے ان کے دین کو کیا نقصان پہنچے گا؟ ــــ اور مسیلمہ کذاب کا قصہ دیکھو وہ وحی کی کتابت کرتا تھا۔ ایک دن وحی کی کتابت میں مشغول تھا کہ، ایک پرتوہ اس کے دل پر پڑا، اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے، فرمانے سے پہلے اس نے لکھ لیا۔ اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ وحی تو پہلے مجھ پر ہوتی ہے اس کے بعد میرے دل کا پرتوہ آنحضرت پر پڑتا ہے، حالانکہ واقعہ اس کے برعکس تھا ــ خورشید بر دیوار تابش عاریتی دیوار یافت۔ (سورج کا پرتو دیوار پر چمکا۔ اور دیوار نے عارضی طور پر روشنی حاصل کر لی) جب وحی کا پرتوہ

اس پر پڑا تو اس نے خود کو دیوار نہ دیکھا بلکہ عین آفتاب سمجھ لیا۔ اور اپنی زبان سے دعویٰ (پیغمبری) کر کے مرتد ہو گیا کہ میں نبی ہوں، وحی تو مجھ پر آتی ہے۔ اور قتل کر دیا گیا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

بو مسیلم را لقب کذاب ماند
مر محمدؐ را اولو الالباب خواند

(ابو مسیلمہ کا لقب کذاب رہ گیا ۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب نبیوں کا سردار رہا) معلوم ہو کہ اس آیت کے مطابق — وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۝ (اور جو شخص کہ تم میں سے دین محمدؐ سے پھر گیا۔ پس وہ (گویا) مُردہ ہو گیا (یعنی جب وہ مرا) حالانکہ وہ کافر تھا (یعنی کفر کی حالت میں مرا) پس یہی لوگ ہیں جن کے تمام اعمال ضائع ہو گئے اور یہی دُنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہیں) لیکن مرتد ہونے والوں کے ارتداد سے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ نہ ہی کسی کے مسلمان رہنے سے دین میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (تحقیق ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس ذکر کے حفاظت کرنے والے ہیں) جب حضرت حق عزّ اِسمہٗ خود اپنے ذکر کے نگہبان ہیں پھر کسی شخص کے مرتد ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

منت و معجزت را رافعم ❖ بیش و کم کن را ز قرآں مانعم
نو بجسپ آستہ مبارک خفتنی ❖ نور تو بر آسمان ہفتمیں

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کی حدیث اور معجزوں کو بلند کرنے

والا ہوں۔ اور جو کوئی قرآن میں کمی یا زیادتی کرتا ہے اس کو روکنے والا ہوں) (اے بادشاہ آپ سلامتی اور آرام سے مطمئن رہیئے۔ آپ کا نور تو ساتویں آسمان پر ہے) اور ایک آیت میں ہے کہ "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" (چاہتے ہیں کہ نور خدا کو سرد کر دیں، بجھا دیں اور بند کر دیں اپنے منہ کی پھونکوں سے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس کے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کہ کافروں کو یہ بُرا معلوم ہو) مُرتد ہو کر اللہ کے روشن چراغ کو سمجھتے ہیں کہ بجھا دیں گے۔ اور مُرتد سمجھتے ہیں کہ ان کا مُرتد ہونا خدا کے روشن چراغ کو نقصان پہنچائیگا نہیں نہیں (ان کی پھونکوں سے) ان کی اپنی ہی ڈاڑھیاں جل جائیں گی اور خدا کے چراغ کی لَو ہرگز ہرگز کم نہ ہوگی ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد ۔۔ کسے کو تُف کند ریشش بسوزد

(جس چراغ کو کہ اللہ تعالیٰ روشن فرمائے ۔۔ اُسے اگر کوئی منہ سے پھونک مارے تو اسکی اپنی ہی داڑھی جل جاتی ہے)

ایک دن مسیحیوں میں سے ایک نامی گرامی شخص نے اس فقیر سے فرمایا کہ۔ آپ جیسے عالم ہمارے مذہب میں ہونے چاہیئں۔ اور بہت ہی آرزو ظاہر کی۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ایک معمولی آدمی ہوں، بایں ہمہ تمہارے مذہب میں مجھ جیسے کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن مسلکِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اگر دوسرے دینوں کے تمام عالم اور فاضل سب کے سب بھی مل کر اسلام میں آجائیں تو بھی اس دین میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا دینِ اسلام پر ہے۔ اور اس دین کا انکار کرنے والوں سے ناراض ہے

اس لئے اُس نے تحریر فرمادیا ہے کہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت مسیحؑ اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا چکی ہے۔ اور توحید کے اقرار کے بعد یعنی توحید الٰہی اور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور تمام پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے بعد ہم محمدیؐ بھی ہیں، مسیحیؑ بھی ہیں، موسوئیؑ اور ابراہیمیؑ بھی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ دین کی تکمیل ہو جانے اور قرآن کے نازل ہونے کے بعد قرآن کے احکام کی رُو سے بعض وہ احکام جن پر قرآن کی گواہی نہیں ہے، اُن احکام کی تعمیل کی تکلیف ہم پر سے اٹھالی گئی ہے۔ اور وہ احکام منسوخ ہو گئے ہیں ورنہ موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور اُن کی تمام کتابوں پر ہمارا ایمان اور عقیدہ یہی ہے کہ وہ خدا کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا یہ یہود و مسیحی جو کہ توحید میں شرک کے قائل ہیں مشرک ہیں نہ کہ مسیحی۔ ہمارا مسیحؑ تو موحد وجودی، اور بزرگ نبیؐ تھا جو کہ خدا کی توحید میں غرق ہو کر سوائے خدا کے غیر کو اس نے نہیں دیکھا نہ ہی غیر اللہ کو چاہا۔ صلوٰۃ اللہ وسلام علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین ؐ۔

توضیح:۔ ایک مدتِ مدید سے میرے دل میں ایک خیال کھٹکتا تھا کہ، آنحضرتؐ کی تمام سُنتوں کی حتی المقدور پیروی کرنے والا ہوں۔ اور اسی بات کی (یعنی پیروی سنتؐ کی) اُن تمام لوگوں کو ترغیب دیتا رہتا تھا جو میرے حق پرست ہاتھ پر بیعت ہیں اور سلسلۂ عالیہ قادریہ فاضلیہ میں ہیں یا سلسلۂ مبارکہ نقشبندیہ میں منسلک ہیں۔ لیکن ایک شخص کے مرتد ہو جانے کی مجھے خبر نہیں تھی۔ اور کہتا تھا کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرتد

ہو کر تو مسیلمہ (کذاب) وغیرہ نے کیا فائدہ اٹھایا؟ سوائے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھانے کے؟ اور یہ سنت مجھ سے ادا نہیں ہوئی کہ کوئی شخص مجھ مسکین سے منحرف ہوا ہو، الحمد اللہ کہ اس وقت، (اس شخص کے منحرف ہونے سے) اس فقیر کی درگاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبولیت کی تصدیق ہو گئی۔ جو حافظ غلام نبی نے بیعت سے انکار کر دیا۔ ایسا اس کو کرنا ہی چاہیئے تھا کہ اس سے قبل وہ بہت سے لوگوں کی بیعت سے منکر ہو کر ہم سے وابستہ ہوا تھا؟ ہم نے تمام اعمال اور اجازت اس سے سلب کر لئے ہیں۔ ہمارے (بتائے ہوئے) اعمال سے (اب) اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اور جو شخص بھی اس سے تعلق رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقہور (قہر کئے گئے) لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیگا۔ اور یہ بات ہر چھوٹے اور بڑے کو معلوم ہے کہ، فقہ حنفی میں، خصوصیت سے اگر کوئی خدا کو گالی بھی دے گا تو اس کی توبہ قبول ہو جائیگی، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تو "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدًا" ہے اور اگر کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی (نعوذ باللہ من شرور انفسنا) تو اس کی توبہ ہر گز قبول نہ ہوگی۔ اور وہ مرتد ہو جائیگا۔ کیونکہ حضرت قریشی صاحب اولاد و ازواج اور برادران والے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے مرتد ہونے سے یہ سنت نبوی بھی ادا ہو گئی۔ اور اس کا ارتداد، اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہماری قبولیت کا بہت بڑا نشان ہے۔ اللہ جل شانہٗ تم سب کو اور ہمکو اور تمام امتیانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبیؐ کے منکر ہونے اور مشائخ جو آنحضرتؐ کے نائب ہیں ان کے منکر ہونے سے محفوظ رکھے۔

# مکتوب سیزدہم
۱۳

تیرھواں خط:۔ دوستی کے قابل شفیق، حضرت حاجی حسن ملیباری جو مکان ۱۲ ساٹر محلہ بمبئی میں مقیم ہیں اور سوداگری کا پیشہ کرتے ہیں۔ ان کو لکھا گیا۔ سالہ ۱۳۱۰ہجری میں عراق عرب سے واپسی کے وقت انہیں کے مکان میں، میں نے قیام کیا تھا۔ ایک واقعہ دیکھا گیا تھا۔ لہٰذا بٹالہ شریف سے لکھا گیا۔

دوستی کے قابل شفیق حاجی حسن ملیباری۔ بعد اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ جو دینداری کا طریقہ ہے۔ آپ کی خاطر عاطر پر واضح ہو کہ، یہ فقیر تہجد کے بعد تمہارے گھر میں مراقبہ میں تھا کہ اچانک بلندیوں پر عروج کیا۔ سبزہ گھوڑے پر سنہری زین پر میں سوار تھا۔ اور میرے گرد جبہ پوش خانقاہ کے فقرا تھے (ان میں سے ایک صاحب خداشناسی کے جنگل کے شیر جو ہمیشہ کے لئے اللہ سبحان، و تعالےٰ کی بارگاہ میں قیام فرما ہیں۔ شیخ کریم جن کا پر نور مزار اس وقت چوہدریوالہ کے قصبہ میں زیارت کرنے والوں کا مرکز بنا ہوا ہے) یہ میرے آگے آگے جا رہے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ بارش بہت ہو رہی ہے یہ راستہ کون سی حویلی کو جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ (وہ دیکھو جو) سبز زمرد اور سرخ یاقوت (کا بنا ہوا ہے) جو دور سے الماس کے نایاب سفید ہیروں سے سورج کی طرح جگمگا رہا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کا مکان ہے۔ ایک ساعت میں ہم وہاں پہنچ گئے۔

اندر سے از خود دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ ہم سب نے حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ سیدنا شعیبؑ نے صفورا خاتونؓ کو ارشاد فرمایا کہ۔ یہ شخص (یعنی یہ مسکین) اُمتِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اولیاء میں سے ہے اور معتبر علماء میں سے ایک ہے "حزب اللہ" کو تحفہ ہماری طرف سے ان کو پیش کرو۔ خاتونِ مذکورہ جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ تھیں (حسب الحکم) تحفہ لے آئیں۔ اور اپنے والدؑ کے ہاتھ میں رکھدیا۔ آنحضرتؑ نے اس مسکین کو وہ تحفہ عنایت فرمایا۔ اور اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ۔ "یہ فرزند حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے ذریعہ تم کو دیا گیا ہے۔ اِس کا نام "حزب اللہ" ہے جو ملائکہ یعنی فرشتوں میں مشہور ہے۔ دو سال بعد ۱۳۰۸ھ ہجری میں پیدا ہوا، اسکا نام مبارک ہم نے "حزب اللہ" رکھا ہے۔ اس کا پیدا ہونا اور اس کے برکات وانوار اور اس کی دعائیں، اللہ کی مخلوق کی حاجت روائی کا مرکز ہے کلمۂ توحید کا اس کو اس قدر شوق ہے کہ بیماری کی حالت میں بھی جب اس کے پاس کلمۂ توحید پڑھا جاتا ہے تو وہ بیماری (کی تکلیف) سے بے خبر ہو جاتا ہے (کیوں نہ ہو؟ ایک اولوالعزم نبی کی طرف سے عطا کیا گیا ہے؟ —— اور میوہ کی نسبت بھی معلوم ہو گیا۔ اور اس فقیر نے خود ہی اُسی روز آپ سے کہدیا تھا کہ اس تجارت میں آپ کو بہت بڑا فائدہ ہوگا؟ اللہ کا شکر ہے کہ دو سال بعد آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ۔ آپ کو اس تجارت سے بہت بڑا نفع حاصل ہوا ہے۔ اللہ اور زیادہ دے اور برکت عطا فرمائے —— فرزند ارجمند حزب اللہ شاہ، کے متعلق خواب دیکھنے سے، (جبکہ دس سال چھ ماہ سے فرزند نرینہ نہیں ہوا تھا)

---

لہ لبلبہ جناب حزب اللہ صاحب

اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔ بطور تبرک اطلاع دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو سنت نبوی پر قائم رکھے اور بدعتوں سے محفوظ اور امن میں رکھے۔

---

# مکتوب چہاردہم

۱۴
چودھواں خط:۔

بنام شفیقِ رفیق منہجِ دین و آئین نجم الدین ساکن فقیر تھانہ، میانہ گوندل ضلع شاہ پور، ایک مسئلہ کی تشریح کے سلسلہ میں لکھا گیا۔
بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ ہجری۔

دین و آئین کے پیرو شفیقِ رفیق نجم الدین، آئین دین اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کا خاکِ پا، اس حزین ظہور محی الدین (اللہ تعالیٰ اس حزین کو فسق و فجور کرنے والے شریروں کی شرارت سے اپنی حفاظت میں رکھے) کی طرف سے السلام علیکم (اسلام ایک دین ماہ مبین کا عمدہ تحفہ ہے) جناب کی رائے گرامی پر واضح ہو کہ۔ اس فقیر نے ایک شخص کو جو علماء میں سے ہے، اور فقیر کے ذمرے میں نیا نیا داخل ہوا ہے۔ عرش آشیاں (اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے اور ہم کو ان کے اسرار کے طفیل پاک کرے) کے عرس میں شامل ہونے کی غرض سے، ایک چیٹھی لکھ بھیجی تھی۔ جواب میں اُس شخص نے لکھا کہ "میں نے اُجرت پر کام کرنا ترک کر دیا ہے" اور حضرت نے اپنی مبارک اور بزرگ تحریر میں، حصول

ثواب کے لئے عرس میں شرکت کے لئے، ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن میں بعض دنیوی رکاوٹوں کی بنا پر شرکت سے معذور رہوں" یہ اس کتاب میں اس لئے درج کیا گیا ہے کہ ضرور یہ نسخہ ان جناب کی باعزت بیٹی میں پہنچے گا تو پڑھ کر لطف اٹھائیں گے۔ اور اپنی دعائے خیر میں، اس دل خستہ اور غم سے شکستہ پا فقیر کو یاد فرمائیں گے۔ اور اُمید ہے کہ اس کو محض خلوص پر مبنی سمجھیں گے؟

معلوم ہونا چاہیئے کہ شرع مصطفوی اور آئین نبوی کہ جس سے بڑھ کر دین اور کوئی آئین نہیں ہے۔ دو طرح پر ہے۔ بشارت اور نذارت۔ کیونکہ اس دین کو لانے والے، بشیر (خوشخبری دینے والے) اور نذیر (برائیوں اور عذاب سے ڈرانے والے) تھے۔ اور ہیں۔ نیز مستقبل میں بھی ہوں گے!! اس لئے کہ، قرآن ہے۔ تھا اور رہیگا۔ اور یہ وہی مضبوط رسی اور ڈوری ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جو زمین سے آسمان تک چلی گئی ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ"

(اور تم سب اللہ کی رسی کو پکڑ لو، اور منتشر نہ ہو جاؤ۔ اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم کو دی گئی جونکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ لہذا اللہ نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں پس تم اس کی اس نعمت کے سبب ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور تم سب دوزخ کی خندق کے

کنارے پہنچ چکے تھے۔ پس نجات دی تم کو اس سے اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پالو) گویا یہ آیت اسی بات کی دلیل ہے، یعنی ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ، ہم قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اور کسی بھی شخص کی بکواس یا بہکی باتوں میں نہ آئیں۔ اور۔
"وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"
(جو کچھ کہ تم کو رسولؐ دیں پس اس کو لے لو، اور جس چیز سے کہ منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ) — پس ہم کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن عطا فرمایا جو خدا کا کلام ہے۔ اور اس کے احکام کی نافرمانی سے منع فرمایا۔ اور اس میں (قرآن میں) اچھے کاموں پر جنت کا وعدہ اور، اس کے مخالف اعمال میں دوزخ کی آگ کا ڈراوا۔ ثابت ہے۔ صحابہ کرامؓ اور انبیائے سابق علیہم السلام جب کفار سے جنگیں کیا کرتے تھے تو فقط حصولِ ثواب اور پیغام رسالتؐ پہنچانے کی غرض سے جو بے حد اور خاص فائدوں کا موجب ہے۔ خاص کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کفار کے ساتھ بہت سے "غزوات"[1] فرمائے، (ان کے متعلق) آپ کی بلند رائے یہ بخوبی ظاہر ہے کہ ان "غزوات" کو نفسانیت اور خواہشات کی پیروی کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا؟ بلکہ یہ سب اُس مُرسلِ حقیقی عزاسمہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تھے؟ اگر جناب کے نزدیک، یہ جنت کی خوشخبری،

---

[1] تبلیغ رسالت کے لئے جس جنگ یا جہاد میں نبیؐ شریک ہوں اسکو "غزوہ" کہتے ہیں۔

اور دوزخ کا ڈراوا۔ کوئی معنی نہیں رکھتا تو قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔ اگر اس بشارت دنذرات کی کوئی حقیقت ہے؟ اور قرآن مجید اللہ کا کلام ہے؟ اور وعدہ وعید کا کوئی مقصد ہے تو پھر ان دہری مفسدوں کی تادیلوں اور ان لوگوں کی بیہودہ تعلیم سے ہم لوگوں کو بچنا لازمی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ (دہری) قرآنِ مجید کے رازوں کو سمجھنے والوں میں سے ہیں۔ "خدا کے ذکر" کی مجلس میں شامل ہونا، کہ فرشتے بھی ان مجلسوں کے شائق ہوتے ہیں، اس بات کو مشکوٰۃ شریف کے باب "فضائلِ ذکر" میں دیکھنا چاہیئے!! اور عرس میں، جس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ، صرف دین کے علماء کی، گوہر فشاں زبان سے ذکر سُننے کے لئے مُسلمانوں کا جمع ہونا ہے۔ کیونکہ عالموں کی مبارک زبان "سیفِ قاطع" (کاٹنے والی تلوار) کا حکم رکھتی ہے۔ نہ کہ (اس عرس میں) کوئی خلاف سُنت اجتماع کرنا مقصود تھا؟

(یاد ہوگا کہ) آپ بچپن کے زمانے ہی سے، ہمارے مشائخ (اللہ تعالیٰ ان کی حرمت کے طفیل میں ہم پر رحم فرمائے) کے عُرسوں میں شامل ہوتے رہے ہیں؟ بجز ذکر کے (یا بعد نماز فجر کہ جاہلوں نے اعتدال کی حد سے آگے بڑھ کر غزل خوانی جو آں شیخ کے عرس کے خاتمہ پر ہوتی ہے) اور وہ بھی سُنت کے مطابق (یعنی نعت و منقبت خوانی بغیر مزامیر کے) اور سوائے قال اللہ وقال الرسول کے کچھ نہیں ہوتا؟ ـــــ اس قسم کی مجلس سے جو خود جناب کے مُرشد اور استاد کے عرس کی ہے، اپنے آپ کو بے تعلق کر لینا اور "یہ لکھنا کہ، "میں نے اُجرت پر کام کرنا ترک کر دیا ہے۔" کچھ مناسب

نہیں تھا ؟ (صاف طور پر) اس طرح کیوں نہیں لکھ دیا کہ " قرآن کے عمل
اور اس کی ہدایت سے اور اس کی بشارت نذارت سے اور اس کے وعدہ و
وعید سے ۔ فطرت پرست یہودیوں کے اتباع میں منکر ہو گیا ہوں " ؟ (اللہ
کی پناہ) صحابہؓ صلہ حاصل کرنے اور خدا کی رضامندی حاصل کرنے کی
نیت سے عمل فرماتے تھے ۔ اور وہ اسی بناء پر جنتوں کے مستحق ہو گئے ۔
کیا جناب کا فقر ان حضرات اور سیدنا محمدؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے بھی
زیادہ بلند ہو گیا ؟ جس طرح تمام سابقہ دینوں اور ملتوں میں انبیاء علیہم
السلام کی پیروی کرنے والوں کو اہلِ جنت اور اُن کے منکروں کو دوزخی
کہتے تھے ۔ اسی طرح ہمارے سرورؐ نے بھی اپنے پیروی کرنے والوں سے
جنت کا وعدہ اور اپنے منکروں کو دوزخ کی وعید فرمائی ہے ۔ گویا کہ جناب
کا فقر انبیائےؑ سابق اور سیدنا محمدؐ اور اُن کے صحابہؓ سے بھی بڑھ کر ترقی
کر گیا ہے ؟ خدا کا خوف کرنا تو خاص لوگوں کا کام ہے ۔ اور عارف لوگ تو
ہمیشہ عاجزی کے پسینے میں ڈوبے رہتے ہیں !! اور " اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ
مِنِّیْ " (فقر میرے باعث فخر ہے اور فقر کا تعلق مجھ سے ) گیند (کی بازی)
اپنے تمام فرقوں کے مقابلہ میں جیت لی ہے ۔ اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے
بعد کوئی نبی نہیں) کا جھنڈا ساتویں آسمان پر لہرا دیا ہے ۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پیروی کرنے والوں نے ، آپ کے قدم بہ قدم اس
طرح چلے ہیں کہ ، انہوں نے بے نشانی کا نشان پا لیا ہے اور قیامت تک
کے لئے اس بے نشان ذات میں اپنے آپکو گم کر کے (ابدی زندگی کا نشان .

پالیا ہے) اور آج ہر چھوٹا بڑا ان کی خاکِ پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے۔ ع "نزدیکاں رابیش بود حیرانی" (زیادہ قریب ہونے والوں کی حیرت بھی زیادہ ہوتی ہے) کا مقولہ جناب کی نظر سے گزرا ہوگا؟ اگر جناب بھی قرب کی اسی منزل میں پہنچ گئے ہیں تو اس کی بے نیازی پر آپ کا حیران ہونا بھی لازمی تھا۔ ؟ اور یہ لکھنا کہ "ہم نے اُجرت پر کام کرنا ترک کردیا ہے" گو قرآن کو بالائے طاق رکھنا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور ان کے اعمال کو (جو بقول آپ کے) اُجرت پر موقوف تھے۔ اندھیرے اور گہرے گڑھے میں ڈال دیتا ہے؟ سبحان اللہ! اس زمانے کے فقیروں کی عجیب باتیں ہیں۔ (حالانکہ) پہلے کے لوگ اپنے محبوب کی اتباع، کھانے، پینے اور پہننے تک میں کرتے تھے۔ تاکہ خدا کی نظر میں محبت کرنے والے ہو جائیں! اور "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تم خدا کے دوست بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو اپنا دوست بنالے گا) اس آیت کے حکم کے مطابق تابعداری کرتے تھے ۔۔۔ ہائے افسوس کہ ہمارے زمانے کے فقر انہیں چاہتے کہ کوئی کام عاقبت کی اُجرت حاصل کرنے کے لئے کریں؟ کیونکہ یہ لوگ تو عاقبت کے منکر ہیں۔ قرآن کی بشارت و نذارت کے منکر "الحق" (یعنی حق کی قسم) کیا؟ اسی قسم کے مسلمان رحم کئے جانے کے مستحق ہیں؟ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو دونوں جہان کی اُجرتوں (نعمتوں) سے محروم نہ رکھے۔ اور دینِ نبویؐ و آئینِ مصطفویؐ کی پیروی میں اتنا

ہے چاہے پڑھنے والا اس کے معنی نہ جانتا ہو۔ پھر تحریر فرمایا کہ رجب کے
مہینے میں ستائیسویں رجب کی شب کو ۱۲۳۰ھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے تھے کہ۔ "میری شریعت پر قائم
رہ اور میری سُنت کو زندہ کرنے (سُنت پر عمل کرنے) میں کوشش کرتا
رہ، اور جب تک تو تیری اولاد اس عمل پر قائم رہیں گے۔ خدا تمہارے
ساتھ بے اندازہ عنایتیں اور لطف فرمائے گا۔ اور جو شخص بھی تمہارے
سلسلے میں شامل ہوگا اور محبت کرے گا۔ اور میری روشن سُنت کی پیروی
کرے گا۔ خدا سے وہ بے اندازہ صلہ پائے گا۔ آنحضرت کی کرامتوں
میں سے ایک کرامت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آنحضرت نے "ترک وتجرید
کا طریقہ اس حد تک اختیار فرمایا تھا کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ کبھی سجادہ
شریف سے باہر نہیں گئے تھے حجرہ ہی میں ہمیشہ قیام فرمایا۔ سوائے نماز
باجماعت، جمعہ کی نماز ادا کرتے اور عیدین کی نماز کے اس مبارک
حجرے سے وصال کے دن ہی باہر آئے۔ اور ہزار ہا مخلوق اسی حجرے
میں آپ کی صحبت کا شرف حاصل کرتی تھی۔ احباب میں سے ایک
شخص میاں کریم بخش ساکن لاہور، سکھوں کی قید میں گرفتار ہوگیا
بہت روتا تھا اُس کے وارثوں نے بھی حاضر ہو کر عرض حال کیا۔
ایک رات حضرت ایشاں کو اُسی شخص نے عالمِ مثال (یعنی خواب)
میں دیکھا کہ "فرمایا اُٹھ میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ اس نے پاؤں رکھا
آنکھیں بند کیں کہ پلک جھپکتے میں اپنے گھر موجود تھا۔ اس کے وارثوں

سرگرم بنادے کہ، سوائے اس کے دین و آئین کے ہمارا اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔ اور جو کچھ کہ بعض صوفیائے اپنے جوش عشق و کمال میں کہا ہے کہ۔ (محبت اور عشق کی خاصیت ہے کہ) عذاب خوش گواری میں بدل جائیگا اور آگ کو اللہ کا نور ڈھانپ لے گا۔ حق بات یہ ہے کہ پہلے اُن کی طرح گم ہو جاؤ پھر جو کچھ بھی دل میں رکھتے ہو زبان پر لاؤ۔ یہ تو نہ ہو کہ دنیائے دَنی کی ہوس تو ہم پر سوار ہو، اور ہم شیطان کے بدلگام گھوڑے بن کر بھٹکتے اور بہکتے ہوئے، اپنے وقت کے جنیدؒ و بایزیدؒ ہونے کا دعویٰ کریں؟۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے ہم کو اور تم کو اور اس خاندانِ عُلیا کے جملہ مریدوں اور معتقدوں کو، دین و مسلکِ نبویؐ کی پیروی کرنے والوں میں رکھے!! بحرمت النون والصاد فقط

تمت

۱۰ / جمادی الاوّل ۱۳۱۳ھ ہجری مطابق ۳۰ / اکتوبر ۱۸۹۵ء

(کتبہ الیس ایم فصیح کراچی)

